اسرار الصلوٰۃ
خواجہ میر درد دہلویؒ
مترجم: عادل اسیر دہلوی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اسرار الصلوٰۃ

خواجہ میر درد دہلویؒ

(مترجم)
عادل اسیر دہلوی

ملک بک ڈپو
3212، ترکمان گیٹ، دہلی۔110006
E-mail:aadilaseer@hotmail.com
Mobile : (0) 98 99 711 762

سلسلۂ مطبوعات ــــــــ ۱۷

ISBN: 81-87944-70-6

نام کتاب : اسرار الصلوٰۃ

مصنف : خواجہ میر درد دہلویؒ

مترجم : عادل اسیر دہلوی

صفحات : 48

تعداد : 1000

اشاعت اوّل: 2011ء

قیمت : پچیس روپے =/25

ناشر : ملک بک ڈپو

3212، ترکمان گیٹ، دہلی۔110006

مطبع : انیس آفسیٹ پرنٹرس

کوچہ چیلان، دریا گنج، نئی دہلی۔110002

ASRARUS SALAT

By: Khawaja Meer Dard Dehlvi

MALIK BOOK DEPOT

3212, Turkman Gate, Delhi- 110006

E-mail: aadilaseer@hotmail.com

Mobile:098 99 711 762

Price: Rs. 25/-

خواجہ میر درد دہلویؒ

خواجہ میر درد دہلویؒ ۱۱۳۳ھ کو دہلی میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد کا نام خواجہ محمد ناصر عندلیبؒ تھا۔ وہ آپ کے والد ہی نہیں بلکہ روحانی مرشد و رہنما بھی تھے۔ انھوں نے فارسی میں دو کتابیں ''نالہ عندلیب'' اور ''رسالہ ہوش افزا'' تحریر کی تھیں۔ فارسی میں آپ کا ایک مختصر دیوان بھی تھا۔ حضرت خواجہ محمد ناصر عندلیبؒ نے رسمی علوم کی باقاعدہ تحصیل نہیں کی تھی۔ آپ نے سلسلۂ نقشبندیہ محمدیہ جاری کیا تھا، اس لحاظ سے آپ امیر المحمدیین اور خواجہ میر درد، جو کہ آپ کے جانشین بھی تھے، اول المحمدیین کہلاتے ہیں۔ اپنے والد حضرت خواجہ محمد ناصر عندلیبؒ کی وفات کے بعد آپ تاحیات طریقۂ نقشبندیہ محمدیہ کی ترویج و اشاعت میں مشغول رہے۔

خواجہ میر دردؒ نے ابتدائی تعلیم اپنے والد بزرگوار حضرت خواجہ محمد ناصر عندلیبؒ سے حاصل کی تھی۔ تذکرہ نگار قدرت اللہ قاسم کے مطابق مفتی دولت مرحوم سے بھی چند ماہ رسمی تعلیم حاصل کی تھی، البتہ محمد حسین آزاد نے لکھا ہے کہ انھوں نے مفتی دولت مرحوم سے مثنوی مولانا روم کا درس لیا تھا۔ ناصر نذیر فراق کا بیان ہے کہ خواجہ میر دردؒ نے فارسی کے لیے سراج الدین علی خاں آرزو اکبرآبادی کی صحبت اختیار کی تھی۔

خواجہ میر دردؒ نجیب الطرفین سید تھے۔ آپ کے آباء و اجداد بہاء الدین نقشبندیہ سلسلے سے تھے اور بخارا کے قدیم باشندے تھے۔ آپ کے والد بزرگوار خواجہ محمد ناصر عندلیبؒ نے اپنی فارسی تصنیف ''رسالۂ ہوش افزا'' میں تفصیل سے اس بارے میں لکھا ہے۔ خواجہ میر دردؒ نے بھی ''علم الکتاب'' میں اس کو صراحت سے بیان کیا ہے۔ علاوہ ازیں تمام ہم عصر

شاعروں اور تذکرہ نگاروں نے بھی آپ کا اور آپ کے والد بزرگوار خواجہ محمد ناصر عندلیبؒ کا ذکر نہایت ادب اور احترام کے ساتھ کیا ہے، جو آپ کے خانوادے کی بزرگی پر دلالت کرتا ہے۔ خواجہ میر درد دہلویؒ کے ایک بیٹا اور دو بیٹیاں تھیں۔ بیٹے کا نام خواجہ ضیاء الناصر تھا اور وہ الم تخلص کرتے تھے۔ خواجہ میر دردؒ کے بھائی خواجہ محمد میر اثر کے بعد خواجہ ضیاء الناصر آپ کے جانشین مقرر ہوئے۔

خواجہ میر دردؒ دہلوی فارسی اور اردو کے اہم ترین شاعروں میں شمار کیے جاتے ہیں۔ اُردو میں آپ کا دیوان اگرچہ مختصر ہے لیکن کیفیت میں بے مثال ہے۔ فارسی میں بھی آپ کا دیوان مختصر ہے البتہ اردو دیوان کے مقابلے میں ضخیم تر ہے۔ نثر میں آپ کی تمام تصانیف فارسی زبان میں ہیں۔ جن کی تعداد سات بتائی جاتی ہے۔ ان سات کتابوں کے علاوہ بھی کئی دیگر کتابوں کے نام تذکروں میں ملتے ہیں لیکن ان کا وجود ابھی تک ثابت نہیں ہو سکا ہے۔

فارسی نثر میں آپ کی سب سے پہلی تصنیف ایک مختصر سا رسالہ ''اسرار الصلوٰۃ'' ہے جو آپ نے پندرہ برس کی عمر میں رمضان کے آخری دنوں میں بحالت اعتکاف تحریر کیا تھا۔ دوسری تصنیف رسالہ ''واردات'' ۳۹ سال کی عمر میں لکھا۔ یہ تصنیف آپ کی فارسی رُباعیات کی عالمانہ تشریح ہے۔ ''علم الکتاب'' آپ کی تیسری تصنیف ہے۔ یہ آپ کی تصانیف میں سب سے زیادہ ضخیم کتاب ہے اور آپ کی اہم ترین، بلند پایہ تصنیف ہے، جس میں ''واردات'' کی مانند رباعیات کی شرح نہایت بسیط انداز میں کی گئی ہے۔ ان کے علاوہ چار کتابیں ''نالۂ درد، آہِ سرد، شمع محفل اور دردِ دل'' ہیں۔ یہ چاروں کتابیں عام طور پر رسائل اربعہ کے نام سے بھی مشہور ہیں۔ یہ چاروں کتابیں خواجہ محمد میر اثر دہلویؒ نے مرتب کی تھیں۔ ''دردِ دل'' اور ''شمع محفل'' دونوں کتابوں کی تصنیف کا آغاز ۱۱۹۵ھ میں ایک ساتھ ہوا تھا اور ان کے اختتام ۱۱۹۹ھ پر خواجہ میر درد نے اپنی وفات کی پیشین گوئی بھی کی تھی جو صدفی صد

درست ثابت ہوئی۔ آپ نے ۱۱۹۹ھ میں بعمر چھیاسٹھ سال، دہلی میں انتقال فرمایا اور اپنے والد مرحوم خواجہ محمد ناصر عندلیبؒ کے قریب دفن ہوئے۔ اب یہ علاقہ بستی خواجہ میر دردؒ کے نام سے معروف ہے۔

رسالہ ''اسرار الصلوٰۃ'' خواجہ میر دردؒ کی سب سے مختصر اور اولین فارسی تصنیف ہے جس کا اردو ترجمہ پیش کیا جا رہا ہے۔ یہ کتاب خواجہ میر درد نے رمضان کے آخری عشرے میں اعتکاف کی حالت لکھی تھی۔ اس وقت آپ کی عمر صرف پندرہ سال تھی۔ پندرہ سال کی عمر میں ''اسرار الصلوٰۃ'' جیسی کتاب کی تصنیف حیرت انگیز ہے۔ رسالہ میں جگہ جگہ قرآنی آیات اور احادیث کے استعمال سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ متداول علوم پر زبردست قدرت رکھتے تھے۔ رسالہ کے اختتام پر خواجہ میر دردؒ نے بطور یادگار ایک رُباعی بھی تحریر کی ہے۔ اس سے علم ہوتا ہے کہ آپ نے پندرہ برس کی عمر سے پہلے ہی شاعری کا آغاز کر دیا تھا، یہاں تک کہ فارسی زبان میں رُباعی گوئی پر بھی قدرت حاصل کر لی تھی۔ آپ کے کلام میں فارسی کے علاوہ چند رُباعیات عربی زبان میں بھی ہیں۔

رسالہ ''اسرار الصلوٰۃ'' میں نماز کے ارکان اور اس کے متعلق نکات بیان کیے گئے ہیں۔ یہ نکات خواجہ میر درد دہلویؒ کو اپنے والد خواجہ محمد ناصر عندلیبؒ کے فیضان صحبت سے اللہ تعالیٰ نے منکشف فرمائے تھے۔ یہ رسالہ سات فصلوں میں منقسم ہے۔ ہر باب کے آغاز میں فصل کی جگہ لفظ ''سر'' کا استعمال کیا گیا ہے۔ ارکانِ نماز چونکہ سات ہیں اس لیے کتاب کو بھی سات حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ نماز کے ارکان کے سات ہونے کا نکتہ یہ بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمتِ بالغہ کے کمال سے اس کارخانۂ عالم کی بنیاد اور ان کا دارو مدار سات سات چیزوں پر رکھا ہے۔ چنانچہ افلاک سات ہیں، سیارے سات ہیں، طبقات الارض بھی سات ہیں اور شب و روز کی تعداد بھی سات ہے وغیرہ وغیرہ۔ البتہ آپ نے یہ وضاحت بھی

کردی ہے کہ نماز میں ہفت ارکان کیوں ہیں، اس کا صحیح علم تو اللہ تعالیٰ ہی کو ہے کیونکہ عبادات کے امور میں عقل کو دخل نہیں ہے۔

نماز کے ارکان اگر سات ہیں تو شرائط نماز بھی سات ہیں۔ خواجہ میر دردؒ نے نماز کے ارکان اور اس کے فضائل کی تفصیل کے ساتھ ساتھ نماز کے ہر رکن کی مناسبت سے اللہ تعالیٰ کی صفت کا بھی ذکر کیا ہے اور تمام ارکان کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے کسی مخصوص اسم اور اس کی تجلی کے ظہور کا بیان بھی کیا ہے۔

رسالہ ''اسرار الصلوٰۃ'' کا ترجمہ متن کے ساتھ شایع کیا جا رہا ہے اب چونکہ فارسی زبان کا رواج کم ہوتا جا رہا ہے اور آئندہ فارسی متن کی فراہمی مشکل تر ہوتی جائے گی۔ اس طرح اُمید ہے کہ آئندہ کچھ عرصے کے لیے فارسی رسالہ ''اسرار الصلوٰۃ'' بھی عام قارئین اور فارسی داں حضرات کی دسترس میں رہے گا۔

عادل اسیر دہلوی

(دلی: ۲۱ر جنوری ۲۰۱۱ء)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اسرار الصلوٰۃ

(فارسی سے اردو ترجمہ از: عادل اسیر دہلوی)

الحمد للہ رب العالمین و الصلوٰۃ و السلام علی رسولہ الذی ھو افضل المرسلین و علی آلہ و اصحابہ اجمعین۔

امابعد! بندۂ پُر تقصیر خواجہ میر محمدی المتخلص بہ درد غفر اللہ لہ عرض کرتا ہے کہ جب اُس ہادی مطلق اور معبود برحق نے قبلۂ حقیقی و کعبۂ تحقیقی یعنی حضرت قبلہ گاہی مدظلہ العالی کے محض فیضان صحبت کے توسط سے نکات صلوٰۃ اور اسرارِ نماز بقدر حوصلہ اس فقیر پر منکشف کیے تو اُن کو لکھنے کی توفیق بھی عطا فرمائی تا کہ عارفانِ محقق اس کے مطالعہ سے نہایت مسرت اور عابدان باریک بین اُس کے مشاہدہ سے ترقیاں حاصل کریں اور اس رسالہ کا نام ''اسرار الصلوٰۃ'' رکھا اور ''فصل'' کی جگہ لفظ ''سر'' مقرر کیا اور چونکہ فرائض نماز جن کو ''ارکان صلوٰۃ'' کہتے ہیں، وہ سات ہیں، اس لیے رسالہ میں بھی اس کے مطابق ''ہفت سر'' پر اکتفا کیا گیا ہے۔ **واللہ علی مانقول وکیل.** اور اس کا اصل سبب کہ نماز میں ہفت ارکان کیوں مقرر ہیں، حق سبحانہٗ تعالیٰ ہی جانتا ہے کیونکہ عبادات کے امور میں عقل کو دخل نہیں ہے لیکن اگر کسی کو اللہ تعالیٰ کمال مہربانی سے احکام عبادات کے اسرار سے آگاہی عطا کرتا ہے اور ان کی حقیقت سے مطلع فرماتا ہے تو یہ ایک الگ عمل ہے، جو اس کے فضل و کرم سے تعلق رکھتا ہے۔ بہرحال سنتے ہیں کہ اللہ کی سنت اسی طریقے پر جاری ہے کہ اُس سبحانہٗ تعالیٰ نے اپنی حکمت بالغہ کے کمال سے تمام دنیا کی بنیاد اور مدار سات سات چیزوں پر قائم کی ہے۔

چنانچہ آسمان کہ ظاہراطور پر کارخانۂ عالم اُن کی گردش سے تعلق رکھتا ہے، سات ہیں۔ اور سیارہ کے ستارے بھی سات ہیں اور زمین جو کہ موالید ثلاثہ کے قیام کا باعث ہے، اُس کے بھی سات طبق ہیں۔ اور رُبع مسکون جو کرۂ آب سے خارج ہے وہ بھی سات اقلیم میں منقسم ہے اور آدمی جو کہ عالم صغیر سے عبارت ہے اور ظاہر میں خود عالم خلق ہے، اس کے بھی سات اندام ہیں۔ اور باطن میں جو اس کا عالم امر ہے، اس کے بھی سات لطائف ہیں۔ اور اسی طرح ایام عالم کہ جن سے کارِجہاں کا تعلق ہے، وہ بھی سات ہیں۔ پس اسی طریقے پر اللہ سبحانہ' تعالیٰ نے نماز کو جو کہ امور عبادات میں سے ہے، اس کی بنیاد بھی سات ارکان پر قائم کی ہے، جن کے بغیر نماز کی تکمیل کا تصور نہیں کیا جا سکتا، **وذٰلک تقدیر العزیز العلیم.** پس جس شخص نے اپنے ہفت اندام کی مکمل طور پر اصلاح کی اور تزکیہ کے ذریعہ پاکیزگی حاصل کی اور اپنے ہفت لطائف کو ماسوا کی آلائشوں سے صاف کیا اور تصفیہ تک پہنچایا تو حقیقت میں اس کی ہی نماز تکمیل وکمال تک پہنچے گی۔ اور اگر ان میں سے کوئی ناقص رہ جاتا ہے تو نماز کی شرائط اور ارکان میں خلل واقع ہو جائے گا اور اس کے معنی یہ ہیں کہ گویا اس کی نماز ناقص ہوگی۔ چنانچہ اگر نماز کے ارکان سات ہیں تو شرائط نماز بھی سات ہی ہیں ہفت اندام کی تربیت اور ان کی اصلاح کا تعلق نماز کی شرائط سے وابستہ ہے اور لطائف سبعہ کی نامناسب خطرات سے محافظت کا تعلق بھی نماز کے ارکان سے ہے۔ **وباللہ التوفیق.**

سرِ اوّل: نماز کی حقیقت کا بیان کہ وہ کیا ہے۔ اس کی فضیلت اور وہ عروج جو کہ اس میں واقع ہوتا ہے۔ نیت اور تکبیر تحریمہ کا بیان اس شرح کے ساتھ کہ اس وقت سبحانہ' تعالیٰ کے کس اسم کی تجلی ظہور میں آتی ہے۔

سرِ دوم: قیام اور اس کے مقام کی تحقیق کا بیان اور اللہ تعالیٰ کے اس اسم کے ظہور کی تفصیل جو کہ اس سے مناسبت رکھتا ہے۔

سرِ سوم: قرأت اور سورۂ فاتحہ کی جامعیت اور ہر رکعت نماز میں اس کا ہر سورۃ کے ساتھ

ضم کرنے کے سبب کا بیان اور اس اسم کے ظہور کا بیان جو کہ اس موقع سے مناسبت رکھتا ہے۔

سرِ چہارم: رکوع اور اس سے مناسبت رکھنے والی چیزوں کا بیان اور اس اسم کا بیان جس کی تجلی اس وقت جلوہ گر ہوتی ہے۔

سرِ پنجم: سجدہ اور اس عروج کا بیان جو کہ سجدہ کے وقت حاصل ہوتا ہے اور اس اسم کا ذکر جس کی تجلی اس وقت جلوہ گر ہوتی ہے۔

سرِ ششم: قعدہ اور اس سے متعلق معارف کا بیان اور وہ اسم جو کہ اس وقت جلوہ گر ہوتا ہے۔

سرِ ہفتم: نمازی کے قولاً و فعلاً نماز سے باہر آنے کا بیان اور اس کا سبب کہ لفظ سلام نماز سے باہر آنے کے لیے کیوں واجب ہے اور سبحانہٗ تعالیٰ کے اس اسم کا بیان جو کہ اس وقت جلوہ گر ہوتا ہے اور کتاب کا اختتام۔

سرِ اوّل

نماز کی حقیقت کا بیان کہ وہ کیا ہے۔ اس کی فضیلت اور وہ عروج جو کہ اس میں واقع ہوتا ہے۔ نیت اور تکبیر تحریمہ کا بیان اس شرح کے ساتھ کہ اس وقت حق سبحانہٗ تعالیٰ کے کون سے اسم کی تجلی ظہور میں آتی ہے:-

جاننا چاہیے کہ اللہ سبحانہ تعالیٰ فرماتا ہے: ان الصلوٰۃ تنھیٰ عن الفحشاء والمنکر والبغیٰ۔ اور دوسری جگہ حضرت موسیٰ نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام کو حکم دیتا ہے کہ: واقم الصلوٰۃ لذکری۔ پس حقیقتاً نماز طبعی طور پر امور منہیات اور غفلت سے باز رکھتی ہے اور اللہ سبحانہٗ تعالیٰ کے ذکر اور اس کی یاد میں مشغول کر دیتی ہے اور نماز ہی تمام عبادات کی جامع اور جملہ طاعات سے افضل ہے۔ چنانچہ ظاہر میں قرآن پڑھنا اور قبلہ رُو ہونا جس طرح نماز کے اجزا ہیں بالکل اسی طرح مراتب میں حقائق مقام، حقیقت قرآنی اور حقیقت کعبہ،

حقیقتِ نماز کے اجزا میں سے ہیں اور نماز عالم امر اور ملاء اعلیٰ کے کاموں میں سے ہے اور اس کی حقیقت اسمِ جامع اللہ تعالیٰ ہے اور اس کی اصل الاصل عزوجل حق سبحانہٗ تعالیٰ کی صفت ''الحیات'' ہے اور کوئی شخص اس لفظ اصل سے وہ اصل نہ سمجھے جس کے مقابل فرع متصور ہوتا ہے۔ حاشاوکلاّ یہ اصل، جزوفرع کے اطلاق سے پاک اور مبرّا ہے لیکن چونکہ ہر مقام کے لیے ایک مرتبہ ہے جو اُس کے فوق الفوق سے نسبت اور مناسبت ظاہر کرتا ہے اور کشف بین نگاہوں میں عالم مثال کے درمیان اس کی حقیقت اصل رنگ میں جلوہ گر ہوتی ہے اور اس تقدیر پر کوئی تبعض و تجزی اس مرتبۂ مقدس میں ثابت نہیں ہوتا اور اس میں صفت حیات بھی شامل ہے، چنانچہ جامع جمیع اسماء وصفات ہے۔ اسی طرح نماز کی حقیقت بھی تمام اعیان وحقائق کی جامع ہے اور یہی سبب ہے کہ نماز ہر شخص پر فرض ہے اور اس کا بجا لانا ضروری ہے۔ حضرت انسان کی جماعت ہی نہیں بلکہ تمام مخلوقات کو نماز کے سوا چارہ نہیں۔ اگرچہ نماز مکمل طور پر انسان کامل کے لیے ہے لیکن جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے مثلاً آفتاب، ماہتاب، کواکب، پہاڑ، درخت، چار پائے اور اکثر آدمیوں میں سے ہر کسی کو ارکان نماز کے رکن کا کوئی نہ کوئی حصہ حاصل ہے اور وہ حق سبحانہٗ تعالیٰ کا سجدہ بجالاتے ہیں اور یہ نماز کے کسی نہ کسی رکن سے نسبت رکھتا ہے جیسا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا ہے: **الم تران اللّٰہ یسجد لہ من فی السمٰوٰت ومن فی الارض والشمس والقمر والنجوم والجبال والشجر والدواب وکثیر من الناس.** بلکہ وجدانی نظر میں ایسا معلوم ہوتا ہے نماز کی اصل الاصل صفت حیات ہے اور صفت **''الحیات''** تمام اسماء وصفات کی جامع اور اُن سب سے بالا ہے۔ پس اسمائے الٰہی کے لیے بھی نماز ناگزیر ہے اور اس کا اتباع ضروری ہے اور اسمائے الٰہی کی نماز یہی ذات باری تعالیٰ وتقدس کی طرف ان کا رُجوع ہونا ہے اور اس حدیث قدسی میں اس سے آگاہی حاصل ہوتی ہے **قف یا محمد ان ربک یصلی.** اور کوئی شخص لفظ صفت حیات سے اپنی زندگی اور حیات کو اس

مرتبہ مقدس پر قیاس نہ کرے اور نہ سمجھے۔ تعالیٰ اللہ عن ذالک علوا کبیرا کیونکہ اس زندگی کے مقابل موت ہے اور وہ حیات ضد اور نقیض سے پاک ہے: وھو الحی القیوم۔ اور جس شخص کا قدم منصب امامت میں راسخ ہے اس کو حقیقت نماز سے نصیب کامل حاصل ہے اور وہ جماعت اولیاء اور مقربین کا امام اور ان تمام کا پیشوا ہے اور سب لوگ اس کے پیروکار اور تابع ہیں۔ اور اس مرتبہ کے رئیس اور سردار حضرت حسنین رضوان اللہ علیھما ہیں۔ حدیث شریف: سید اشباب اھل الجنۃ الحسن والحسین۔ اس مقام کی خبر دینے والی ہے۔ اگر کسی کو منصب امامت کی تفصیل دیکھنے کا شوق ہو تو وہ حضرت امام برحق مدظلہ العالی کے مکتوبات میں سے بعض خطوط کا مطالعہ کرے کیونکہ ان کے مطالعہ سے اس مقام کی مفصل حقیقت معلوم ہو جائے گی۔

اب اصل بات کی طرف واپس آتے ہیں اور گفتگو کرتے ہیں وہ یہ کہ نماز کے وقت عارف کو اپنے فوق الحقیقت پر عروج واقع ہوتا ہے۔ قاسر کے قسر اور تجلیات سے جو کہ اس کی حقیقت سے بالا ہے، حظ وافراز حاصل ہوتا ہے اور کوئی معترض نہیں ہوتا کیونکہ قاسر کا قسر اس جگہ ہوتا ہے جہاں میل طبعی ہو اور اس مرتبہ میں میل طبعی معلوم ہی ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ ہر چند عالم باطن میں جو کہ مجردات میں سے ہے اس میں طبعی رجحان نہیں بلکہ ذاتی رجحان ثابت ہے کہ والی اللہ ترجع الامور کلھا بالجملہ نماز اس کو اس کی حقیقت سے ترقی دلا کر صفت حیات تک پہنچاتی ہے جو کہ اس کی اصل الاصل ہے۔ اور اس مرتبہ میں فنائے کُلّی عطا کرتی ہے اور اس مرتبہ سے زیادہ بلند و بالا عروج کا تصور نہیں کیا جاسکتا جس مرتبہ تک عارف نماز کے ذریعے ترقی حاصل کرتا ہے۔ الصلوٰۃ معراج المومنین۔ کا راز یہاں سے سمجھنا چاہیے اور کمالات نبوت سے مشرف ہوئے بغیر نماز سے بہرہ مند ہونا محال ہے کیونکہ نماز مومنوں کی معراج ہے اور معراج کا کمالات نبوت کے بغیر تصور نہیں کیا جا سکتا اس لیے معراج المومنین کے معنی یہ ہیں کہ نماز مومنوں کو ظاہری اور باطنی ترقی عطا کرتی

ہے گویا دنیا کے میدان سے نکالتی ہے اور آخرت کی دنیا میں لے جاتی ہے اور اس وقت اخروی معاملات کے باب وا کیے جاتے ہیں اور جو کچھ وہاں کے لیے وعدہ کیا گیا ہے زمانۂ حال میں ان امور میں سے حصہ اور فائدہ عطا کیا جاتا ہے۔قرب اور معیت کا معاملہ محسوس کی مانند حاسۂ بصر میں گزرتا ہے اور حضور وشہود کی نسبت رویت کی طرح ہوتی ہے اور حدیث:**قرۃ عینی فی الصلوٰۃ** . اس معاملہ کی خبر دیتی ہے۔غرض کہ نماز **انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام** کے کاموں میں سے ہے۔پیغمبر کا کمال اتباع کرنے والوں کو **علیہ من الصلوٰۃ اتمها و من التحیات التمها** . نماز سے خاص مسرت عنایت کی جاتی ہے اور حصّہ عطا کیا جاتا ہے۔مصرع ؎

این کار دولت ست کنون تا کرا رسد

اور کم لوگ بلکہ بہت ہی کم لوگ ہوں گے جو کہ نماز کے سبب سے ترقی اور عروج حاصل کرتے ہیں **ذٰلک فضل اللّٰہ یوتیہ من یشاء واللّٰہ ذوالفضل العظیم** . اس لیے کہ جب تک سالک مرتبۂ سلوک میں ہے اس کے حق میں دیگر اشغال اور مراقبات نماز سے زیادہ نفع بخش ہوں گے یعنی نوافل نماز سے نہ یہ کہ فرض نمازوں کو ترک کر کے ذکر اور مراقبے میں مشغول ہو جائے کیونکہ فرض ہر حال میں فرض ہے اور منزل مقصود پر پہنچنے کے بعد کی ترقی کا سبب نماز ہے۔اس لیے جس قدر بھی ممکن ہو قرأت کو طول دیں اور نوافل کثرت سے پڑھیں۔مصرع ؎

کار این ست وغیر این همه هیچ

ارادۂ قلبی کا بیان جو کئی قسم کا ہے اور نماز کی نیت اور تکبیر تحریمہ اور وہ اشارات جو ان سے تعلق رکھتے ہیں ان کا بیان اور اُس اسم کا بیان جس کا ظہور نیت کے وقت ہوتا ہے:

جان لو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:**انما الاعمال بالنیات** . یعنی اعمال کی درستی کا انحصار نیتوں پر ہے کیونکہ نیت ارادۂ قلبی ہے اور افعال جو کہ دل کے تابع

ہیں بغیر ارادہ کے وقوع میں نہیں آتے۔ اگر وہ ارادہ نیک ہے تو تمام افعال نیک ہوں گے اور اگر ارادہ بُرا ہے تو جملہ افعال بھی برے ہوں گے اگرچہ بظاہر وہ نیک نظر آئیں اور ارادہ دل کی صفت ہے اور اس کی نیکی اور بدی دل کی اصلاح اور فساد سے تعلق رکھتی ہے جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان فی جسد ابن آدم لمضغة اذا صلحت صلح الجسد کله و اذا فسدت فسد الجسد کله الا وهی القلب . لہٰذا ہم پہلے ارادہ کا بیان کرتے ہیں جس کی کئی اقسام ہیں اور اس کی نیکی اور بدی کو کس طرح شناخت کیا جا سکتا ہے اور ارادۂ باطل اور حق میں کس طرح فرق کیا جا سکتا ہے۔ قلب کی عبادت اور اس کی معصیت کیا ہے۔ اس کے بعد نماز کی نیت کا ذکر کریں گے جو کہ عبادت قلب سے تعلق رکھتی ہے۔ بعون اللہ الهادی العلیم.

جاننا چاہیے کہ ارادۂ قلب کی دو اقسام ہیں۔ ایک وہ ارادہ ہے کہ جس کو ارادۂ خالص جاننا چاہیے اور ایک وہ ارادہ ہے کہ جس کو ارادۂ مشترک سمجھنا چاہیے اور ارادۂ خالص تمام عبادتوں کا راز ہے اور ارادۂ مشترک تمام خطاؤں کا سرتاج ہے۔ پس پہلے ارادۂ مشترک کا بیان ہونا چاہیے تا کہ ارادۂ خالص کے درمیان کا فرق ظاہر ہو جائے۔ ہوش کے کانوں سے سماعت کرنا چاہیے کہ آدمی کے دل میں اور اس کے جسم کے حصّوں میں جو کہ جوارح اور حواس ہیں، ان میں ایک نسبت ہے، جس سے ایک دوسرے کے اثرات ایک دوسرے کے اندر سرایت کرتے ہیں۔ یعنی ہمیشہ قلب، آنکھ، کان، ہاتھ، پانو بلکہ تمام اعضاء سے ایک قوت اور اعانت علی الاتصال حاصل ہوتی ہے کہ اس قوت اور مدد سے وہ کام جو کہ ان میں ہر ایک کے مناسب ہے، ظاہر ہوتا ہے۔ اسی طرح دل میں بھی ان کے اثرات سرایت ہوتے ہیں جیسا کہ آنکھ کے توسط سے رنگوں کو دیکھتا ہے اور کان کے پردے سے آواز سنتا ہے علی هذا القیاس . جملہ حواس اور جوارح میں سے ہر ایک کسی نہ کسی علم سے نسبت رکھتا ہے قلب ان چیزوں کا علم حاصل کرتا ہے اس تقدیر سے معلوم ہوا کہ جس طرح قوت

قلب تمام جسم میں اثر کرتی ہے اسی طرح جسم کا اثر بھی قلب میں سرایت کرتا ہے لہٰذا جسم کی یہ تمام شہوتیں جو کہ طبیعی اور نفسانی خواہشات ہیں، غلبہ کی وجہ سے خود قلب پر اثر انداز ہوتی ہیں اور اس کو مجبور کرتی ہیں کہ اُن کی خواہش کے موافق ارادہ ظاہر کرے تا کہ اُن کے منشا کے مطابق فعل ظہور میں آئے کیونکہ فعل کا ظہور ارادۂ قلب کے بغیر ممکن نہیں ہے۔ پس یہ ارادہ جو کہ ان شہوتوں کے سبب سے دل میں پیدا ہوتا ہے، ارادۂ مشترک ہے کیونکہ یہ ان شہوتوں کے اشتراک سے پیدا ہوتا ہے اور یہ قلب کا ارادۂ خالص نہیں ہے اور ارادۂ باطل بھی یہی ہے۔ اور جس طرح اعضاء دل کے تابع ہیں اسی طرح دل روح کا تابع اور اس کے جمال کا آئینہ دار ہے اور روح جملہ عالم امر اور عالم ملائکہ سے ہے لہٰذا روح اسم سے موسوم ہے اور ملائکہ کے حق میں وارد ہوا ہے کہ لا یعصون اللّٰہ ما امرھم ویفعلون ما یومرون . پس ہر وہ ارادہ جو کہ دل پر روح کے القا سے، ہوائے نفسانی کی مزاحمت کے بغیر پیدا ہو وہ نیک اور درست ہوگا اور امر الٰہی کے بغیر نہیں ہوگا اور اس سے ارادۂ خالص عبارت ہے اور ارادۂ حق جو کہ باطل کی ضد ہے وہ بھی یہی ہے۔ پس جس وقت کسی کام کا ارادہ دل میں پیدا ہو تو غور کرنا چاہیے کہ ارادۂ خالص ہے یا مشترک ہے۔ اگر خالص ہے تو اس میں سعی وکوشش کرنی چاہیے اور اگر مشترک ہے تو اس میں جو اشتراک ہے اُس کے ازالہ کا قصد کرنا چاہیے۔ اگر ازالہ کی قوت میسر ہو تو قبول کرنا چاہیے ورنہ اس کو ترک کر دے۔ طبعی طور پر نفس انسانی کی یہ خاصیت ہے کہ وہ اچھے اور بُرے کاموں کی اور نیک وبد ارادوں کی اطلاع دیتا ہے اور نفس کہ: وما سواھا فالھمھا فجورھا وتقواھا . اگر ان شہوتوں کے اشتراک کا ایک ذرہ بھی ہوگا تو اس سے آگاہ کر دے گا اور قلب کی عبادت یہی ارادۂ خالص ہے یعنی خالص طور پر اپنے ارادہ کو اللہ سبحانہٗ تعالیٰ کی ذات میں محو کر کے اُس جل وعلا کے حضور وشہود میں بالکل فنا ہو جانا چاہیے اور اللہ کے ماسویٰ تمام ارادوں سے اعراض کرنا چاہیے۔ اور ارادۂ مشترک قلب کی معصیت ہے یعنی وہ ارادہ جس میں اپنے

حول وقوت کا اشتراک ہو۔ بہرحال اس تحقیق کے بیان سے معلوم ہوا کہ قلب کی عبادت ارادۂ خالص ہے۔ پس نماز میں جو کہ تمام عبادتوں کا راز ہے اوّل قلب کو عبودیت میں لانا چاہیے تاکہ تمام عبادات راست اور درست ہو کیونکہ تمام جوارح دل کے تابع اور محکوم ہیں اور جب وہ عبادت کرے گا تو تمام جوارح احسن طریقے پر عبادت کریں گے۔ یعنی پہلے نیت کرنا چاہیے اور تمام طبعی اور نفسانی ارادوں سے اعراض کرنا چاہیے اور ارادۂ خالص کے ساتھ کعبۂ مقصود کا احرام باندھنا چاہیے جو کہ معبود حقیقی کا مرتبۂ کبریائی ہے اور لفظ اللہ اکبر کے وسیلے سے جناب کبریا میں متوجہ ہو جانا چاہیے اور کلمہ تکبیر کہنے کے ساتھ طائر نفس اور حیوانات واجب الذبح اور آلہہ باطلہ کو ذبح کر دینا چاہیے لان ھذا ذبح عظیم .اور جملہ ماسویٰ سے قطع تعلق کر کے دونوں جہاں سے دست تعلق و احتیاج اُٹھا کر تمام دنیاوی تعلقات سے کنارہ کشی کرنا چاہیے۔ تکبیر میں ہاتھ کانوں تک لے جانے میں یہ اشارت ہے کہ ان گرفتاریوں سے اپنے ہوش کو پاک اور بے ہوش کرنا ہے۔ اور نیت نماز اور تکبیر تحریمہ میں یہ نکتہ ہے کہ جب حق تعالیٰ کے قرب کا ارادہ کرنا چاہے تو پہلے دونوں جہان کے تعلقات سے ہاتھ اُٹھا لینا چاہیے۔ اور نیت نماز میں فنائے قلب اور تجلی ارادی کے بے حد مثمر نتائج ہیں اور اس وقت سبحانہٗ تعالیٰ کے اسم ''المرید'' کی تجلی جلوہ گر ہوتی ہے اور اس تجلی کے اثر سے نمازی کے دل میں نماز کی نیت اور ارادہ پیدا ہوتا ہے اور تکبیر تحریمہ فنائے قلب اور فنائے نفس کے مقام سے مناسبت رکھتی ہے۔

سرِ دوم

قیام اور اس کے مقام کی تحقیق کا بیان، اس اسم کے ظہور کی تفصیل کے ساتھ جو کہ اس سے مناسبت رکھتا ہے:۔

جان لو کہ قیام ارکان نماز میں سے ہے۔ اور حق سبحانہٗ تعالیٰ فرماتا ہے کہ: وقوموا للہ

قـانتین ۔ یعنی قیام کرو خدا کے لیے استواری کے ساتھ اور ظاہری طور پر قیام وہ ہے کہ تکبیر تحریمہ کے بعد سیدھا ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھ کر مردوں کو ناف کے نیچے اور عورتوں کو سینہ پر باندھنا چاہیے اور قبلہ رُو کھڑا ہونا چاہیے اور بباطن بادشاہ حقیقی کے سامنے دست بستہ مکمل نیازمندی اور فقیری کے ساتھ قیام میں ہو۔ اور اس عم نوالہ کے حضور و شہود کے استیلا میں محو ہو کر اپنے ظاہری اور باطنی قیام کو اس نسبت سے متصور کرنا چاہیے اور ان اضافاتِ حول وقوت کے اسقاط کو اپنے آپ سے قائم کر کے اس فاعل حقیقی کی جناب سے منسوب کرنا چاہیے۔ اور اپنی اور اپنے علاوہ ہر چیز کی نفی کر کے اس قیوم حق کا مظہر بن جانا چاہیے۔ اور الف کی مانند تمام اسمائے صفات کی کثرت و تعداد سے آزاد ہو کر احدیت مجردہ اور ذات بحت کے مرتبہ میں خصوصی توجہ پیدا کرنا چاہیے۔ اور اگر قرب و شہود کی یہ حالت میسر نہ ہو تو نفس کے مخالف قیام کرنا چاہیے۔ قرأت میں طول دینا چاہیے اور زیادہ دیر تک قیام کرنا چاہیے تا کہ نفس کی مخالفت حاصل ہو اور اجر و ثواب ہاتھ سے نہ جائے۔ اور یہ نماز ابرار ہے اور اگر اس ضمن میں اس کی نسبت کا ظہور ہو اور اس کے مقربین کی نماز سے بہرہ مند ہو تو اس کا شکر بجالانا چاہیے۔ کیونکہ یہ معاملہ حق سبحانہ تعالیٰ کی رحمت اور عنایت سے تعلق رکھتا ہے واللّٰہ یختص برحمتہ من یشاء ۔ اور قیام کے وقت دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر باندھنے میں یہ نکتہ ہے کہ اعمال خیر کا تعلق دائیں طرف سے ہے لہٰذا فرشتہ جو کہ نیکیاں لکھتا ہے اس کی جگہ دائیں ہاتھ کی جانب ہے۔ اور قیامت کے دن دائیں جانب والے اصحاب مومنین ہوں گے اور بُرے اعمال شمال کی جانب سے نسبت رکھتے ہیں اور فرشتہ جو کہ بُرے اعمال تحریر کرتا ہے اس کا مقام بائیں ہاتھ کی جانب ہے اور اصحاب شمال کفار ہوں گے۔ اللہ سبحانہ تعالیٰ فرماتا ہے: ان الحسنات یذھبن السیات ۔ پس قیام میں جو کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت ہے، اس میں سیات محو ہو جاتے ہیں اور حسنات کے پلّہ کو سیّات کے پلّہ پر ترجیح حاصل ہے۔ اس تقدیر کے مطابق ظاہر میں بھی طرف راست کو جانب شمال پر ترجیح دینا

چاہیے۔ اور اسی لیے دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ کے اوپر رکھنا چاہیے تاکہ اس معاملہ کے معنی ظاہری شکل وصورت میں بھی ایک ہو جائیں۔ اور قیام کا یہ رکن عالم بالا کے عروج سے مکمل مناسبت رکھتا ہے اور اس کو قائم رکھنے سے بقا اور عروج کے بے شمار مثمر نتائج برآمد ہوتے ہیں۔ حتیٰ کہ اربعہ عناصر کے اجزاء کو بھی اس وقت مکمل عروج بہ نظر کشفی مشہود ہو جاتا ہے۔ اور عارف کو اس وقت ظاہری اور باطنی طور پر مکمل ترقی، اس کے مقررہ مقام سے جہاں اس کو سکونت اور استقرار ہے، حاصل ہوتی ہے اور اس وقت سبحانہٗ تعالیٰ کے اسم "القیوم" کا ظہور ہوتا ہے۔ اور صفت قیومیت کے اسرار سے آگاہ کیا جاتا ہے جس کی تفصیل تحریر کرنا بہت زیادہ طوالت کا کام ہے جب کہ اس رسالہ کے لکھنے میں اجمال واختصار پیش نظر ہے تحریر کیا گیا ہے۔ اور یہ صفت قیومیت، صفت حیات سے بہت زیادہ نزدیک نظر آتی ہے۔ اور کوئی صفت، صفت حیات کے علاوہ قیومیت سے قریب تر نہیں ہے اور یہی سبب ہے کہ اللہ سبحانہٗ تعالیٰ اس صفت کے اسماء کو قرآن مجید میں مسلسل بیان فرماتا ہے کہ: الحی القیوم. پس یہ رکن قیام جو کہ اسم "القیوم" کا ظہور ہے اصل الاصل صلوٰۃ، جو کہ صفت حیات ہے اس سے دیگر ارکان کے مقابلے میں زیادہ قریب اور اولیٰ ہے۔ ہر چند کہ اس مسئلہ میں بہت اختلاف پایا جاتا ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ سجدہ قیام سے بہتر ہے اور ایک جماعت اس پر متفق ہے کہ قیام سجدہ سے افضل ہے لیکن حضرت ابوحنیفہ کا عقیدہ یہ ہے کہ قیام افضل تر ہے۔ اور یہ فقیر کہتا ہے کہ ہر ایک رکن منفرد خصوصیت اور علاحدہ قرب کا حامل ہے جس شخص کو جس کسی رکن کی حقیقت بتائی گئی اور اُس رُکن میں معاملاتِ قرب درمیان میں لائے گئے، اس کے نزدیک وہ رُکن افضل ہے۔ اور وہ اس کو بہتر کہتا ہے۔ اور اگر کسی کو مکمل فائدہ تمام ارکان سے حاصل ہو اور مکمل نماز سے مکمل حصہ عنایت ہو تو ایسے شخص کے حق میں تمام ارکان بہتر اور افضل ہیں۔

بس کنم خود عابدان را این بس ست
نکتۂ کافی ست گر سامع کس ست

سرِ سوم

قرأت اور سورۂ فاتحہ کی جامعیت اور ہر رکعت نماز میں اس کا ہر سورۃ کے ساتھ ضم کرنے کے سبب کا بیان اور اُس اسم کے ظہور کا بیان جو اُس وقت سے مناسبت رکھتا ہے:-

جاننا چاہیے کہ قرأت بھی نماز کے فرائض اور اس کے ارکان میں سے ہے۔ اور سورۂ فاتحہ پڑھنا اور دیگر سورتوں کے ساتھ اس کو ضم کرنا واجبات میں سے ہے۔ پس پہلے قرأت کی فرضیت کا بیان ہو گا اس کے بعد واجبات کے بارے میں بات کی جائے گی۔ جان لو کہ نماز کا وقت بندہ کے لیے حق جل وعلا سے قریب ہونے کا ہے اور اس کا اپنے رب سے نزدیک ہونے کا زمانہ ہے۔ اور قرب کی خاصیت یہ ہے کہ بندہ کو اپنے رب سے ہم کلامی کا شرف حاصل ہوتا ہے اور اس کے الہامات و انعامات سے بہرہ مند ہوتا ہے۔ پس قرآن مجید جو کہ اللہ کا کلام ہے اس وقت پڑھنا چاہیے تا کہ اس کے کلام سے حصہ نصیب ہو اور اس معاملے سے بہرہ مندی حاصل ہو۔ اور کوئی شخص اس بیان سے یہ خیال نہ کرے کہ بزرگان اور خواص جو کہ شرف الہامات الٰہی سے مشرف ہوئے ہیں اور نماز میں حق تعالیٰ سے بات کرتے ہیں اور اُس کی بات سنتے ہیں اُن کو قرآن شریف نہ پڑھنا چاہیے کیونکہ بلا واسطہ حق سبحانہٗ تعالیٰ سے ہم کلام ہوتے ہیں اور یہی قرب کا حاصل ہے جو کہ نماز میں مطلوب ہے۔ پس قرآن کس لیے پڑھیں۔ حاشا وکلاّ اس لیے کہ کاروبار اولیاء اور کارخانہ، جو کہ ولایت سے تعلق رکھتا ہے انفس کا معاملہ ہے۔ چنانچہ حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند قدس اللہ سرہ العزیز فرماتے ہیں کہ عارف جو کچھ دیکھتا ہے اپنے اندر دیکھتا ہے اور جو کچھ پاتا ہے اپنے اندر پاتا ہے۔ ہر چند کہ بعض اولیائے کمال یہ بھی فرماتے ہیں کہ اولیائے کامل کا معاملہ انفس و آفاق سے ماوریٰ ہوتا ہے۔ یہ بات سچ اور درست ہے۔ وہ لوگ جو کہ کمالات نبوت سے مشرف ہوئے ہیں اُن لوگوں کی بہ نسبت جو کہ مرتبہ ولایت میں ہیں ان کا معاملہ البتہ انفس و آفاق سے ماوریٰ ہے

لیکن انبیاء علیہم السلام کا پہلو بھی انفس کے شائبہ سے خالی نہیں اور جو کام انبیاء سے تعلق رکھتا ہے بالتحقیق انفس وآفاق سے ماوریٰ بلکہ انفس وآفاق سے وراء الوریٰ ہے۔ پس قرآن مجید جو کہ کلام الٰہی ہے اور راست مرتبۂ اعلیٰ تک لے جانے والا ہے اس کو نماز میں پڑھنا چاہیے تاکہ قرب اصل کے مرتبہ میں حاصل ہو۔ اور جل جلالہ کے کلام حقیقی سے کچھ حصہ میسر ہو اور وہ کلام جو کہ الہامات میں ہوتا ہے انفس کی آلودگی سے پاک نہیں۔

سوال: اس بیان سے معلوم ہوا کہ اولیاء کا معاملہ انفس سے حالی نہیں اور انبیاء کا معاملہ انفس وآفاق سے ماوریٰ ہے۔ لہٰذا یہ کلام جو کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے توسط سے ہم تک پہنچا ہے اللہ تعالیٰ کا حقیقی کلام ہے۔ پس اسی لیے قرآن شریف نماز میں پڑھنا چاہیے تاکہ قرب میں ترقی حاصل ہو۔ اور اصل معاملہ سے بہرہ مندی میسر ہو۔ لیکن جب پیغمبر کا معاملہ خودان الواث سے پاک ہے اس تقدیر پر پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز میں قرآن کیوں پڑھنا چاہیے تھا اور اس کلام پر جو کہ اس وقت حق سبحانہٗ تعالیٰ کی طرف سے الہام ہوتا تھا اس پر کیوں اکتفا نہ کرنا چاہیے تھا؟

جواب: پیغمبر علیہ من الصلوٰت اتمہا ومن التحیات اکملہا کو دو طرح کی قربت حاصل ہے۔ ایک وہ قربت ہے جو نبوت سے تعلق رکھتی ہے اور دوسری قربت وہ ہے جس کا ولایت سے تعلق ہے۔ قرآن مجید کا معاملہ قرب نبوت سے آگاہ کرنے والا ہے اور انفس وآفاق سے ماوریٰ ہے۔ اور حدیث قدسی ناشی از قرب ولایت اور حجاب انفس ہے اور حدیث اضافت سے خالی نہیں ہے۔ یہی سبب ہے کہ اس کو حدیث قدسی کہتے ہیں اور فقط کلام الٰہی نہیں کہتے ہیں۔ پس ثابت ہوا کہ پیغمبر کو بھی نماز میں قرآن پڑھنا چاہیے اور حدیث قدسی پر اکتفا نہیں کرنا چاہیے۔

اور اس کا سبب کہ سورۂ فاتحہ کا پڑھنا اور دیگر سورتوں کو اس سے ملانا کیوں واجب ہے وہ یہ ہے کہ سورۂ فاتحہ قرآن کے تمام اسرار کی جامع ہے۔ چنانچہ حضرت امیر المومنین

علی مرتضٰی افاض اللّٰہ علینا فیوضات علمہ فرماتے ہیں کہ قرآن کے تمام اسرار ''فاتحۃ الکتاب'' میں ہیں۔ پس جب یہ سورۃ ہر رکعت میں پڑھی جاتی ہے تو گویا تمام قرآن شریف کی تلاوت ہوتی ہے۔ اور یہ سورۃ صفت کلام کے مرکز، جو کہ مرتبۂ اجمال ہے اس سے مناسبت رکھتی ہے۔ اور تمام قرآن مجید اس کے دائرے میں مقام تفصیل کی حیثیت رکھتا ہے۔ اور اس سورۃ کو عروج تمام سے مناسبت ہے۔ اور اس سورۃ کے اسرار کا انکشاف کمال عروج اور قرب ولایت کے وقت ہوتا ہے۔ یہی وجہ تھی کہ اس سورۃ کے اسرار شاہِ ولایت پر تفصیل کے ساتھ منکشف ہوئے جو کہ قول مذکور سے اس معنی پر ظاہر ہے۔ اور دیگر سورتوں کو سورۂ فاتحہ کے ساتھ اس لیے ملانا چاہیے کہ اجمال اور تفصیل کے مرتبہ سے فیض حاصل ہو سکے اور صفت کلام سے پورا پورا حصہ حاصل ہو۔ اور اس وقت سبحانہٗ تعالیٰ کے اسم ''المتکلم'' کا ظہور ہوتا ہے اور اس مقام میں فنا حاصل ہوتی ہے۔
پس نمازی کو چاہیے کہ قرآن شریف کی تلاوت کے وقت جو کہ کلام الٰہی ہے، خود کو موسیٰ کلیم اللہ علی نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے درخت کی مانند تصور کرے۔ یعنی جس طرح حضرت موسیٰ، اللہ سبحانہٗ کا کلام اس درخت کے پردے سے سنتے تھے اسی طرح یہ شخص اس وقت وہ سروش غیبی اپنی آواز کے ساز اور زبان کے زخمہ سے سنتا ہے۔ اور اپنے حول اور قوت سے بے زار ہو کر مکمل فنا اور استغراق تمام صفتِ کلام کے مرتبہ میں حاصل کرے۔ اور یہ کیفیت پیدا کر لے کہ گویا اس وقت بغیر واسطے کے حق سبحانہٗ تعالیٰ کی جناب میں گوش بر آواز ہے اور بانسری کی طرح خود کو خالی کر کے اپنی آواز کے نغمے کو بانسری کا نغمہ تصور کرے اور اس نفخہ سے یہ خیال کرے کہ ونفخت فیہ من روحی.

سرِ چہارم

رکوع اور اس سے مناسبت رکھنے والی چیزوں کا بیان اور اُس اسم کا بیان جس کی تجلی

اس وقت جلوہ گر ہوتی ہے:-

حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ: وارکعوا مع الراکعین. پس رکوع بھی فرض ہے اور ارکان نماز میں سے ایک رکن بھی ہے۔ اور اس کی صورت پشت کو خم کرنے سے واقع ہوتی ہے اور اس کی حقیقت حق سبحانہٗ تعالیٰ کے احکام کی بجا آوری ہے۔ اور اس وقت خود کو مکمل تعظیم کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی عظمت کے سامنے پست کر کے تمام مخلوقات کی بزرگی اور عظمت کو جو کہ بظاہر بزرگ اور عظیم نظر آتی ہیں اپنے دل سے دور کر کے تمام ملک اور فلک کو عبادت اور رکوع میں مقید اور خم جان کر خود کو بھی اس کام میں شریک کرنا چاہیے۔ اور آیتِ کریمہ "ارکعوا مع الراکعین" میں یہی اشارہ ہے اور اس رکن کی مثالی صورت عالم مثال میں قوس کی مانند ظاہر ہوتی ہے اور نصف دائرہ کی شکل میں مشکّل معلوم ہوتی ہے۔ اور اس وقت جب غور سے دیکھو گے تو دوسرا نصف دائرہ بھی مکشوف ہو جائے گا لیکن لطافت اور تنزیہہ تمام سے اس وقت اس راز کی حقیقت سے آگاہ کیا گیا کہ یہ رکوع کی حقیقت کا مقام ہے اور اس کی اصل ہے اور یہ عروج و نزول اور تنزیہہ اور تشبیہہ کے درمیان مرتبۂ برزخ ہے۔ پس یہی سبب تھا کہ پہلے نصف دائرہ جو کہ نزول اور تشبیہہ سے مناسبت رکھتا تھا ظاہر ہوا اور قوس اعلیٰ پوشیدہ رہا لیکن اللہ کے فضل سے کچھ دیر بعد رنگ لطافت اور تنزیہہ تمام میں مشہود ہوا اور اس رُکن کی بجا آوری میں کثرت سے مثمر نتائج مکمل استغراق اور حقیقت اسلام کے ہیں۔ اور اس وقت عظمت الٰہی کا ظہور ہوتا ہے اور حق سبحانہٗ تعالیٰ کا اسم "العظیم" متجلی ہوتا ہے۔ اور یہی سبب ہے کہ رکوع میں "سبحان ربی العظیم" کی تسبیح میں مشغول ہوتے ہیں اور اس کا سبب کہ رکوع کے بعد قیام کیوں کرنا چاہیے یہ ہے کہ قیام دراصل مکمل عروج سے مناسبت رکھتا ہے اور اس وقت عارف کو مکمل عروج حاصل ہوتا ہے چنانچہ گزشتہ تحقیق میں گزر چکا ہے کہ رکوع، عروج سے بھی مناسبت رکھتا ہے۔ اور مرتبہ نزول کے شروع سے بھی، جیسا کہ اس کی شرح گزر چکی ہے۔ اور مقرر ہے کہ پہلے عروج

واقع ہوتا ہے اس کے بعد نزول کے معاملات شروع ہوتے ہیں۔ پس جب قیام میں مکمل عروج حاصل ہو جائے تو نزول کی طرف متوجہ ہونا چاہیے اور اوّل مرتبہ کی طرف رجوع کرنا چاہیے جو کہ عروج اور نزول پر مشتمل ہے۔ اور اس کے بعد مکمل طور پر مقام نزول میں نزول کامل کرنا چاہیے اور یہی قیام کے بعد رکوع کرنے کا سبب ہے۔

سرِ پنجم

سجدہ اور اس کے عروج کا بیان جو کہ سجدہ کے وقت حاصل ہوتا ہے اور اس اسم کا ذکر جس کی تجلی اس وقت جلوہ گر ہوتی ہے:-

جان لو کہ سجدہ بھی ارکان نماز اور اس کے جملہ فرائض میں سے ہے۔ اور اس کی ایک صورت اور حقیقت ہے۔ اور اس کی صورت ہر شخص پر ظاہر ہے اور جملہ کتابوں میں تحریر ہے لیکن اس کی حقیقت زیادہ تر لوگوں کی نگاہوں سے مستور ہے۔ بہت کم لوگ ہیں جو محض عنایت الٰہی کے طفیل حقیقت سجدہ کی آگاہی کے شرف سے مشرف ہوئے ہیں اور سجدہ کے وقت واقع ہونے والے عروج سے بہرہ مند ہوئے ہیں۔ اور سجدہ کی بجا آوری کے سبب ترقی پاتے ہیں اور معشوق کے قدم بوسی کی سعادت حاصل کرتے ہیں۔ اور یہ رُکن عروج اور نزول سے مکمل نسبت رکھتا ہے۔ ہر چند کہ رکوع بھی عروج اور نزول کا جامع ہے لیکن اس قدر ہے کہ رکوع میں پلۂ عروج کو نزول پر ترجیح ہے۔ اور سجدہ میں نزول کی جانب قوی ہے اور سجدہ کو نزول کے مرتبہ مین اجزائے ارضی کے ساتھ نسبت کلّی ہے۔ اور عروج کی طرف لطیفۂ اخفیٰ سے مناسبت تمام ہے۔ یہی وجہ تھی کہ شیطان نے سجدہ نہیں کیا کیونکہ وہ آگ سے پیدا ہے۔ اور کرۂ ناری کے جزوی اثر کی وجہ سے زمین کی طرف رجحان نہیں دکھایا۔ اور حقیقت سجدہ سے جو کہ بہت بلند ہے، محروم رہا اور اسفل السافلین میں محبوس ہوا۔ اور کیونکہ یہ رکن نزول کے اعتبار سے تمام ارکان میں فروتر اور جملہ عبادات سے پایان تر ہے تو جو عروج

اس کے توسط سے واقع ہوگا وہ تمام عروجات سے اعلیٰ اور فوق الفوق ہوگا۔اور اس کا التزام مراتب نزول اور حقیقت عبودیت اور تجلی خاص کے کثیر نتائج سے مثمر ہوگا۔اور اس رُکن کا اصل الاصل حق سبحانہٗ تعالیٰ کا اسم "الاعلی" ہے۔اور اس وقت حق سبحانہٗ تعالیٰ کے اِس اسم کا ظہور ہوتا ہے اگرچہ کشفی نظر میں اس وقت اکثر اسماء علیٰ تفاوت الحالات مشہود ہوتے ہیں لیکن اس اسم کی خصوصیت دوسری ہے۔یہی وجہ ہے کہ سجدہ کے وقت "سبحان ربی الاعلی" کی تسبیح پڑھنا چاہیے۔اور اس رکن کو ولایت ملائکہ کے ساتھ جو کہ نہایت اعلیٰ ہے، عروج کی جانب اور نزول کی طرف حقیقت عبودیت سے مناسبت تمام یعنی کامل ہے۔جو کہ کمالات نبوت کا مشعر ہے۔اور قیام میں جو عروج واقع ہوتا ہے وہ سر کی طرف سے فوق کی سمت اور جانب بالا واقع ہوتا ہے۔اور کرۂ ہوا سے شروع ہوتا ہے۔ہوا سے کرۂ آتش پر اور وہاں سے آسمان اوّل دوم سوم الیٰ ماشاء اللہ،اور چونکہ سجدہ جز ارضی سے مکمل مناسبت رکھتا ہے اس کا عروج بھی کرۂ ارضی سے ہے،اور نیچے کی طرف جو کہ حقیقت میں بلندی کی طرف ہے اور حضرت قبلہ کونین ایدنا اللہ بنصرۃ سرہ وقد سنا ببرکۃ کی تحریر کے مطابق کرۂ ارضی سے کرۂ آبی تک گزشتہ تفصیل کے موافق تحت کی جانب سے جس جگہ تک کہ حق سبحانہٗ تعالیٰ کی مرضی ہے،عروج واقع ہوتا ہے۔اور تحت کی جانب سے عروج،کمالات نبوت میں سے ہے۔ لہٰذا پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج کی شب میں اسی جہت سے عروج واقع ہوا تھا۔یعنی بیت الحرام سے جو کہ زمین کے ناف پر واقع ہے،بیت المقدس تک جو کہ زمین مکہ کی بہ نسبت فروتر ہے اور یہاں سے کرۂ ارضی اور کرۂ آبی کو طے کرتے ہوئے تمام عناصر اور افلاک کو مراتب کی ترتیب سے قطع کر کے اس مقام تک پہنچے۔اور اگر عروج اس فوق کی طرف سے واقع ہوتا جو کہ حقیقت میں تحت کی جانب ہے تو بیت المقدس کیوں درمیان میں آتا۔اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بیت المقدس پہنچنے کی حق سبحانہٗ تعالیٰ خبر دیتا ہے جس جگہ فرماتا ہے: سبحانہ الذی اسریٰ بعبدہ لیلاً من المسجد الحرام الی المسجد الاقصیٰ الذی

بار کنا حوله لنريه من آياتنا. پس ثابت ہوا کہ عروج نبوت، تحت کی جانب سے واقع ہوتا ہے اور ولایت کا عروج فوق کی جانب سے میسر ہوتا ہے۔ چنانچہ اس جگہ قیام کے عروج کا بیان مذکور ہوا۔ اور عروج ولایت میں عالم اعلیٰ کی معرفت اجمالی ہے۔ اور عروج نبوت میں عالم بالا اور پائین کی معرفت تفصیلی ہے۔ اور جب تک عروج فوق کی طرف سے ہے تو معاملہ ولایت پر مبنی ہے۔

بس کنم خود عارفان را این بس ست
نکته کافی ست گر عارف کس ست

سرِ ششم

قعدہ اور اس سے متعلق معارف کا بیان اور اس اسم کے ظہور کا بیان جو اس وقت جلوہ گر ہوتا ہے:-

جان لو کہ قعدہ بھی ارکان نماز میں سے ہے۔ اور اس کی بھی ایک صورت اور حقیقت ہے۔ اور اس کی صورت بیان کی محتاج نہیں۔ اور اس کی حقیقت اکثر علماء بلکہ اولیاء کی نظر سے بھی مخفی ہے۔ کیونکہ اس رُکن کی دوسرے ارکان کے مقابل کوئی قدر نہیں۔ پس اس کی حقیقت کا بیان ضروری بلکہ فرض اور عنایت الٰہی کا اظہار اور اس کے حکم سے امتثال ہے کہ: وامابنعمة ربك فحدث. ہوش کے کانوں سے سماعت کرنا چاہیے کیونکہ یہ رُکن حقیقتِ نماز کا آخری مرتبہ ہے۔ اور اطلاق وتعین کے مرتبہ سے مناسبت تمام رکھتا ہے۔ احوال تحولات سے پاک اور مبنی از مقام تمکین ہے۔ اور اس کی حقیقت یہ ہے کہ دل کو خطرات غیر کی گردش سے محفوظ رکھنا چاہیے۔ اور اللہ کے حضور وشہود میں اس کے ذکر سے تسکین و آرام دینا چاہیے۔ اور اس کا التزام مقام تمکین اور اطمینان نفس کے کثیر نتائج سے مشمر ہے۔ اور مکمل متانت اور بردباری اس رکن کا نتیجہ ہے۔ اور اس وقت اللہ تعالیٰ کے نام "المتین"

کا ظہور ہوتا ہے اور نزول کے اعتبار سے تمام عالم سے مناسبت رکھتا ہے۔ اور عروج کے لحاظ سے صرف تنزیہہ کی طرف متوجہ ہے۔ اور اس کی تمکین کی شرح یہ ہے کہ جس طرح سالک راہِ سلوک میں ترقی حاصل کرتا ہے تو سب سے پہلے احوال و اذواق کے دروازے جو کہ تلوین سے مناسبت رکھتے ہیں، اس پر کشادہ ہوتے ہیں۔ اور ایک حال سے دوسرے حال میں داخل ہوتا ہے۔ اور جب اس کا سلوک مکمل ہو جاتا ہے تو وہ راستے سے باہر آتا ہے اور کعبہ مقصود تک پہنچتا ہے۔ اس وقت یہ تمام حالات تلوینات مخفی ہو جاتے ہیں۔ اور مرتبہ کے مطابق جو کہ اس سالک کی استعداد کے مناسب ہو، اس کو مقام عطا کیا جاتا ہے۔ اور تمکین و اطمینان کے شرف سے مشرف کیا جاتا ہے۔ اور اسی طرح نماز کے دیگر ارکان میں رنگا رنگ حالات و تجلیات جو کہ تلوین سے مناسبت رکھتے ہیں اُن کا ظہور ہوتا ہے۔ لیکن جب فضل الٰہی سے دوسرے تمام ارکان کے مراتب طے ہوتے ہیں اور مرتبہ حقیقت صلوٰۃ اختتام کے قریب پہنچتا ہے اس وقت اس رکن کی حقیقت کا ظہور ہوتا ہے۔ اور اطمینانِ نفس مکمل تمکین میسر ہوتی ہے۔ اور عارف پورے طور پر تحولات کے احوال سے باہر آتا ہے اور رجوع خاص صرف تنزیہہ کی جانب پیدا کرتا ہے۔

سرِ ہفتم

نمازی کے قولاً و فعلاً نماز سے باہر آنے کا بیان اور اس کا سبب کہ لفظ ''سلام'' نماز سے باہر آنے کے لیے کیوں واجب ہے اور سبحانہٗ تعالیٰ کے اس اسم کا بیان جو کہ اس وقت جلوہ گر ہوتا ہے۔ اور کتاب کا اختتام:-

جاننا چاہیے کہ نمازی کا نماز سے باہر آنا بھی قولاً یا فعلاً فرض ہے۔ اور ارکان نماز میں سے ایک رُکن بھی ہے۔ اور لفظ سلام کے ساتھ نماز سے باہر آنا واجب ہے۔ چنانچہ مسائل کی تمام کتابوں میں تحریر ہے۔ لیکن اس کے اسرار مخفی اور مستور ہیں۔ لیکن جناب حضرت

سلام کی مدد اور اعانت سے اس رسالہ میں جو کہ مجمل اور مختصر ہے اجمال اور اختصار کے ساتھ لکھا جاتا ہے۔ جیسا کہ سر اوّل حقیقت صلوٰۃ کے بیان میں لکھا گیا ہے کہ نماز عالم امر اور ملاء اعلیٰ کے اعمال میں سے ہے۔ پس جب نمازی نماز پڑھتا ہے اور احکام صلوٰۃ بجالاتا ہے تو وہ فرشتوں کے اعمال کا فاعل ہوتا ہے۔ اور وہ فعل اس کو یہاں سے ترقی دلا کر اس کے ظہور کے مقام تک لے جاتا ہے۔ گویا کہ مکمل طور پر یہاں سے نکل کر اس عالم میں پہنچ جاتا ہے۔ اور جب تک وہ نماز میں ہے، فرشتوں کے زمرے میں داخل ہے۔ اور اس عالمُ کا مقتضا نہیں ہے کہ ہمیشہ وہاں رہے۔ اور اس جگہ ہمیشہ قرار حاصل کرے کیونکہ یہ تمام افعال بشری ہیں اور مقتضائے زندگی پر موقوف ہو جاتے ہیں۔ اور موت کے بغیر یہ محال ہے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ ' طائر روح جسمانی قفس سے آزار ہو کر ہمیشہ ہمیشہ کے لیے فضائے عالم بالا کے مرتبہ اعلیٰ میں سکونت پذیر ہو گی۔ پس اب اگر نماز پڑھنے کے سبب اس مقام میں گزر واقع ہو تو پھر خواہ مخواہ ایک زمانے کے بعد نزول کرنا ہے۔ اور اس عالم میں آنا ہے۔ اور اس عالم میں آنا دو حال سے خالی نہیں ہے یا تو اس شخص سے کوئی قول سرزد ہو یا کوئی فعل ظہور میں آئے۔ ان کے بغیر اس عالم میں آنے کا تصور نہیں۔ پس اس جماعت کے بارے میں حق تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جب تم نماز پڑھتے ہو تو اس کے توسط سے ترقی کر کے فرشتوں کی جماعت اور عالم امر میں داخل ہو جاتے ہو۔ اور مقتضائے بشری کے سبب وہاں ہمیشہ نہیں رہ سکتے۔ لہٰذا تمھیں پھر اسی عالم میں رجوع کرنا چاہیے اور نزول کرنا چاہیے۔ اور اس عالم میں آنا اور داخل ہونا قول اور فعل کے بغیر محال ہے۔ پس چاہیے کہ تم نماز سے قولاً یا فعلاً باہر آؤ۔ یہی سبب ہے کہ نماز میں بات نہیں کرنی چاہیے۔ اور نہ کوئی کام کرنا چاہیے۔ کیوں کہ اس سے نماز فاسد ہو جاتی ہے۔ اور نمازی اس عالم اور اس کے مقربین کی قربت سے دور ہو جاتا ہے۔ چنانچہ نماز میں کچھ بولنا نہیں چاہیے۔ ماسویٰ کے خطرات کو بھی دل میں راستہ نہیں دینا چاہیے۔ کیونکہ یہ دل کی گفتگو ہے اور نماز میں بات نہیں کرنی چاہیے۔ اور دل کا فعل بھی یہی

ہے اور اس کا قول وفعل ایک ہوتا ہے۔

فرد

قول و فعلم یکیست چون خامه

آنچه کردم همان همی گویم

اور اس کا سبب کہ لفظ سلام کے ساتھ نماز سے باہر آنا کیوں واجب ہے۔ وہ یہ ہے کہ نمازی اس وقت نزول کرتا ہے اور اس عالم میں آتا ہے۔ فرشتوں کی جماعت سے جدا ہوتا ہے اور رخصت ہوتا ہے۔ اور رخصت کے وقت البتہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہنا چاہیے۔ لفظ سلام کے واجب ہونے اور سلام کے وقت دائیں بائیں طرف چہرہ کرنے کا سبب یہ ہے کہ کراماً کاتبین فرشتوں کو بھی ملحوظ رکھے۔ اور اگر امام ہے تو مقتدیوں کو بھی مدنظر رکھے اور اُن کے اوپر بھی سلام بھیجے۔ اور مقتدیوں کی جماعت بھی ایک دوسرے کو ملحوظ رکھے۔ اور حضرت امام جعفر صادق شرفنا اللہ بوارثته نسبته باطنه فرماتے ہیں کہ ہر نماز کے بعد سلام امان کے معنی میں ہے۔ یعنی جس کسی نے قلبی خشوع اور خضوع کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا حکم اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو ادا کیا پس اس کے لیے دنیاوی بلاؤں سے نجات اور عذاب آخرت سے امان ہے۔ اور سلام حق تعالیٰ کے اسماء میں سے ایک اسم ہے جس کو اللہ نے اپنی مخلوق کے سپرد کیا ہے تاکہ اس کو اپنے درمیان امانات اور معاملات میں استعمال کریں۔ اور اگر تم کوئی ارادہ کرو اور اس کے معنی کو بجالاؤ تو اللہ سے ڈرو۔ اور اگر تم نے اپنے دین و دل اور اپنی عقل سے سلام بھیجا ہے تو ان کو معصیت اور تاریکی سے ناپاک مت کرو۔ اور اگر اپنے محافظ فرشتوں کو سلام بھیجا ہے تو اُن کو اپنے اعمال کی بُرائی سے وحشی اور غمگین مت کرو۔ اور اسی طرح اپنے دوستوں اور دشمنوں کو بھی اپنے بُرے معاملات سے ملول مت کرو۔ بہر حال اس وقت حق سبحانہٗ تعالیٰ کے اسم "السلام" کا ظہور ہوتا ہے اور اس اسم کی تجلی جلوہ گر ہوتی ہے۔ اور حق تعالیٰ بھی سلام بھیجتا ہے۔ اور یہ اسم کمالات نبوت سے مناسبت رکھتا

ہے۔ اس سے زیادہ اس رسالہ میں کلام کو طول نہیں دیا جا سکتا۔ اور تمام تفصیلات کو ان چند کلمات موجزہ میں اجمال کے ساتھ درج کر دیا گیا۔ کیونکہ عارفان اہلِ تحقیق ان چند الفاظ سے چندر چند معانی سمجھ لیں گے۔ العاقل تکفیة الاشارة

قطعہ

گر کشایم بحث این رمن بساز
تا سوال وتا جواب آمد دراز
دفتر اسرار ابتر می شود
نقش خدمت نقش دیگر می شود

ربنا اتمم لنا نورنا واغفرلنا و ارحمنا انک انت الغفور الرحیم

خاتمہ کتاب

تمام اخوان طریق اور یاران شفیق سے التماس ہے کہ جب وہ اس رسالہ کو تحقیق کی نظر سے مطالعہ فرمائیں اور اس کے نکات سے کوئی نکتہ اپنے عاطر خاطر کے لیے پسند کریں تو اس بے بضاعت فقیر اور بے استطاعت بندہ کو بھی یاد رکھیں۔ اور مکمل نیاز مندی کے ساتھ اس گناہ گار بندے کے بارے میں بھی حق تعالیٰ کی جناب میں دعا کریں کہ اس نیاز مند فقیر کو اپنی بے نیازی اور غنا کے دامن سے جدا نہ کرے۔ اور اغیار کی مزاحمت کے بغیر اپنے حضور و شہود میں ہمیشہ مستغرق رکھے۔ اور "لم تقولون مالا تفعلون" کے زمرہ میں داخل

نہ کرے۔اوراس رسالہ کی سیاہی کو میری روسیاہی کا باعث نہ بنائے۔اور علم کے مطابق عمل کی توفیق بھی عطا فرمائے۔ربنا تقبل منا انک انت السمیع الدعاء والسلام علی من اتبع الھدیٰ اور چونکہ یہ فقیر موزوں طبع ہے اور درد تخلص کرتا ہے لہٰذا یہ رباعی اس رسالہ میں بطور یادگار تحریر ہے

رُباعی

ای درد زمردمان اهل عرفان
از وضع کلام می توان یافت نشان
مارا مطلب بجز میان تصنیف
مانند معانی به کتابیم نهان

تمت

تمام شد رسالہ اسرار الصلوٰۃ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اسرار الصلوٰۃ

(فارسی)

الحمد للّٰہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ الذی هو افضل المرسلین و علی آله و اصحابه اجمعین.

اما بعد! می گوید بندۂ پُرتقصیر خواجہ میر محمدی المتخلص بدرد غفر اللہ لہٗ کہ چون آن ہادیٔ مطلق و معبود بحق محض بتوسط فیضان صحبت قبلہ حقیقی و کعبہ تحقیقی اعنی حضرت قبلہ گاہی مدظلہ العالی نکات صلوٰۃ و راز نماز بقدر حوصلہ برین فقیر منکشف گردانید بر نوشتن آن توفیق بخشید تا عارفان محقق از مطالعہ آن حظ و افر بردارند و عابدان مدقق از مشاہدہ اش ترقیات نمایند و این رسالہ را مسمی با سرار صلوٰۃ گردانید و بجای فصل لفظ سر مقرر نمود و چونکہ فرائض نماز کہ آنرا ارکان صلوٰۃ می گویند ہفت اند درین رسالہ نیز بروفق آن ہفت سر اکتفا نمودہ آمد واللّٰہ علیٰ مانقول وکیل. واصل سبب آنکہ در نماز ہفت ارکان چرا مقرر ست حق سبحانہٗ و تعالیٰ می داند زیرا کہ در امور عبادات عقل را دخل نیست مگر کسی را از راہ کمال عنایت بر اسرار احکام عبادات آگاہی بخشند و بر حقیقت آن اطلاع دہند این کار علاحدہ است کہ بفضل و کرم او تعلق دارد۔

باری بشنوند کہ عادت اللہ چنین جاریست کہ او سبحانہٗ از کمال حکمت بالغہ خویش مدار و بنیاد تمام عالم بر ہفت ہفت چیز نہاد چنانچہ افلاک کہ در ظاہر کارخانہ عالم بر گردش اینہا تعلق دارد ہفت اند و ستارگان سیارہ نیز ہفت و زمین کہ باعث قیام موالید ثلاثہ است نیز ہفت طبق

ست وربع مسکون کہ خارج از کرۂ آبیست ہم منقسم بہفت اقلیم و آدمی کہ عالم صغیر عبارت ازوست درظاہر خود کہ عالم خلق اوست نیز ہفت اندام دارد و درباطن کہ عالم امرویست ہفت لطیفہ و ہم روزہای عالم کہ کار جہان متعلق بہ آن ہاست ہفت اند پس برہمین طبق او سبحانہٗ نماز را کہ از امور عبادات ست نیز بر ہفت رکن بنیاد نہاد کہ بے آن ثبوت نماز متصور نیست و **ذالک تقدیر العزیز العلیم**. پس ہر کہ ہفت اندام خود را باصلاح تمام درآرد و بتزکیہ مطہر ساز دو ہفت لطائف خود را پاک از آلائش ماسویٰ گرداند و بہ تصفیہ رساند بحقیقت نماز او در آن وقت تمام و کمال خواہد بود و اگر در یکے از یں ہا نقصان خواہد ماند خللی در شرائط و ارکان نماز خواہد افتاد و در معنی گویا نماز او ناقص خواہد شد و چنانچہ ارکان نماز ہفت اند شرائط نماز نیز ہفت اند تربیت ہفت اندام و اصلاح نمودن این ہا تعلق باشرائط نماز دارد و پاک گردانیدن لطائف سبعہ از خطرہای غیر مناسب بارکان صلوٰۃ و **باللہ التوفیق**.

سر اول: در بیان حقیقت نماز کہ چیست و فضیلت او و عروجی کہ درو واقع می شود و بیان نیت و تکبیر تحریمہ باشرح آنکہ درین وقت ظہور تجلی کدام اسم او سبحانہٗ می شود۔

سر دوم: در بیان قیام و تحقیق آن مقام معہ تفصیل ظہور اسمی کہ مناسبت باو دارد۔

سر سوم: در بیان قرأت و جامعیت سورہ فاتحہ و سبب ضم کردن او باہر سورہ در ہر رکعت و ظہور اسمی کہ مناسبت بہ آن وقت دارد۔

سر چہارم: در بیان رکوع و ما یناسب بہ ذٰلک و تجلی اسمی کہ در آن وقت می شود۔

سر پنجم: در بیان سجود و عروجی کہ در وقت سجدہ حاصل می شود باذکر اسمی کہ در آن وقت متجلی می گردد۔

سر ششم: در بیان قعدہ و معارفی کہ باو تعلق دارد و ظہور اسمی کہ در آن وقت می شود۔

سر ہفتم: در بیان بیرون آمدن مصلی از نماز بقولی یا بفعلی و سبب آن کہ بلفظ سلام بیرون آمدن واجب چراست و بیان ظہور اسمی کہ درین وقت می شود و خاتمہ کتاب۔

سر اول

در بیان حقیقت نماز کہ چیست وفضیلت او وعروج کہ در و واقع می شود و بیان نیت وتکبیر تحریمہ وظہور اسمی کہ در آن وقت می شود:-

باید دانست کہ او سبحانہ، می فرماید: **ان الصلوٰۃ تنھی عن الفحشاء والمنکر والبغی** . وجای دیگر با حضرت موسیٰ **علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام** امر می کند کہ **واقم الصلوٰۃ لذکری** . پس حقیقت نماز بالطبع از امور منہیات وغفلت باز می دارد و بذکر و یاد او سبحانہ، مشغول می گرداند و نماز ست کہ جامع جمیع عبادات ست وافضل جملہ طاعات و چنانچہ در ظاہر قرآن خواندن وزُو بقبلہ آوردن اجزای صلوٰۃ اند ہم چنین در مراتب حقائق مقام حقیقت قرآنی وحقیقت کعبہ از جزئیات مقام حقیقت صلوٰۃ اند وصلوٰۃ از عالم امر ست واز کارہای ملاء اعلیٰ واصل وی اسم جامع او تعالیٰ ست واصل الاصل وی صفت الحیات او عز وجل وکسی ازین لفظ اصل آن اصل خیال نکند کہ مقابل او حرف فرع اعتبار کردہ می آید حاشا وکلا این اصل از اطلاق جز وفرع پاک ومبرا است لیکن چون ہر مقام را بمرتبہ کہ فوق الفوق اوست نسبتی ومناسبتی می نماید ودر نظر کشفی میان عالم مثال برنگ اصل وحقیقت او جلوہ گری گردد وبرین تقدیر ہیچ تبعض وتجزی در آن مرتبہ مقدسہ ثابت نمی شود بالجملہ این صفت حیات چنانچہ جامع جمیع اسما وصفات ست ہم چنین حقیقت صلوٰۃ نیز جامع جملہ اعیان وحقایق ست وازین سبب ست کہ بر ہمہ کس نماز فرض ست وبجا آوردن او ضرور وچہ جای جماعہ حضرت انسان کہ ہمہ مخلوقات را جز صلوٰۃ چارہ نیست اگر چہ از تمامی نماز بہرہ انسان کامل راست لیکن نصیبی وبہرۂ از رکنے از ارکان صلوٰۃ آنچہ در آسمان ہا و زمین ست مثل آفتاب و ماہتاب وکواکب وکوہ ہا ودرختان وچار پایان واکثری از آدمیان ہمہ را حاصل ست وسجدہ او تعالیٰ بجا می آرند ومناسبت باین رکن دارند کما قال اللہ تبارک وتعالیٰ" **الم تران اللہ**

یسجدلہ من فی السموات ومن فی الارض والشمس والقمر والنجوم و الجبال والشجر والدواب و کثیر من الناس ط" بلک درنظر وجدانی چنان معلوم می شود کہ اصل الاصل صلوٰۃ صفت حیات ست وصفت الحیات جامع جمیع اسما وصفات ست وفوق ہمہ آن ہا پس اسماء الٰہی رانیز جز صلوٰۃ گزیر نیست وتبعیت اوضرور ونماز اسماہمین رجوع این ہاست بطرف ذات تعالت وتقدست حدیث قدسی ،قف یا محمد ان ربک یصلی. مشعر ازینجاست وکسی از لفظ صفت حیات ،زندگی وحیات مثل خود بر آن مرتبہ مقدس قیاس نہ کند ونہ فہمد ،تعالیٰ اللّٰہ عن ذلک علوا کبیرا . چرا کہ مقابل این حیات ممات ست وآن حیات از ضد ونقیض پاک و ہوالحی القیوم و ہر کہ راقدم راسخ درمنصب امامت ست اورانصیب کامل از حقیقت صلوٰۃ ست وامام جماعت اولیاء ومقربین ست وپیشوای ہمہ این ہا وجملہ از پیروان اویند وتابعان وی ورئیس وسرداراین مرتبہ حضرات حسنین اندرضوان اللّٰہ علیہما حدیث ،سیدا شباب اھل الجنۃ الحسن والحسین مبشراین مقام ست واگر کسی راشوق دیدن تفصیل منصب امامت پیدا گردد در مکتوبی ازمکتوبات حضرت امام برحق مدظلہ العالی مطالعہ نماید کہ از آن جا مفصل حقیقت این مقام معلوم خواہد گردید برسراصل سخن رویم وگوئیم کہ وقت نماز عارف راعروج فوق الحقیقۃ خود واقع می شود بقسر قاسر وحظ وافراز تجلیاتی کہ فوق حقیقت اوست برمی دارد وکسی اعتراض نکند کہ قسر قاسر جای می باشد کہ میل طبعی بود ودران مرتبہ میل طبیعی معلوم گوئیم کہ ہر چند در عالم باطن کہ ازمجردات ست میل طبیعی نیست امامیل ذاتی ثابت ست کہ والی اللّٰہ ترجع الامور کلھا بالجملہ نماز اوراازحقیقت اوترقی کنانیدہ تابصفت حیات کہ اصل الاصل ویست می رساند ودرآنمرتبہ فنای کلی می بخشد وتابمرتبہ کہ فوق آن عروج متصور نیست عارف ازتوسط نماز ترقی می نماید سرالصلوٰۃ معراج المومنین ازینجا باید فہمید وبی مشرف شدن بکمالات نبوت نیز بہرہ مند گشتن ازنماز محال ست چرا کہ نماز معراج مومنان ست ومعراج بے کمالات

نبوت متصور نیست و معنی معراج المومنین آنست کہ نماز مومنین را بظاہر و باطن ترقی می کناند گویا کہ از عرصہ دنیا بر می آرد و بعالم آخرت در می آرد و درین وقت باب معاملات اخروی می کشایند و آنچہ در آنجا موعود ست درحال ازان امور بہرہ نصیبی می دہند معاملہ قرب و معیت کالمحسوس بحاسہ بصر می گردد و نسبتِ حضور و شہود کالرؤیت می شود حدیث، قرة عینی فی الصلوٰة اخبار ازین معاملہ می نماید غرض کہ نماز از کارہای انبیاست علیهم الصلوٰة و السلام کمال تابعان پیغمبر را علیہ من الصلوٰة اتمها و من التحیات اکملها حظی از نماز عنایت می نمایند و بہرہ از وی می دہند۔ مصرع ؎

این کار دولت ست کنون تا کرا رسد

وکم کسی بلکہ اقل قلیلی باشند کہ بسبب نماز ترقیات نمایند و عروجات حاصل کنند، ذٰلک فضل اللّٰہ یؤتیہ من یشاء واللّٰہ ذوالفضل العظیم. زیرا کہ مادام سالک درمرتبہ سلوک ست در حق او اشغال دیگر و مراقبات انفع می باشند از نماز یعنی نوافل نہ آنکہ فرائض را ترک کردہ بذکر و مراقبہ پردازند کہ فرض در ہمہ حال فرض ست و بعد رسیدن بمنزل مقصود ترقیات بسبب نماز ست ہر قدر کہ توانند در طول قرأت و کثرت نوافل افزایند۔ مصرع ؎

کارا این ست و غیر این همه هیچ

بیان ارادۂ قلبی کہ بر چند نوع ست و نیت نماز و تکبیر تحریمہ و اشاراتی کہ باین تعلق دارد و ظہور اسمی کہ در وقت نیت می شود:-

بدانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم می فرماید: انما الاعمال بالنیات. یعنی درستی اعمال بالنیات ست چہ نیت ارادۂ قلبی ست و افعال کہ توابع دل اند بی او بوقوع نمی آیند اگر نیک ست آن ارادہ جمیع افعال نیک اند و اگر بد ست آن ارادہ جمعہ افعال بد اند اگر چہ نمایند و ارادہ صفت دل ست و نیکی و بدی او باصلاح و فساد قلب تعلق دارد کما قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم: ان فی جسد ابن آدم لمضغة اذا صلحت صلح الجسد کلہ و

اذافسدت فسدالجسد کله الا وهی القلب. پس مااول بیان ارادہ نمائیم کہ بر چند وجہ است ونیکی و بدی او بچہ قسم توان شناخت و در ارادۂ باطل وحق بچہ طور فرق باید نمود و عبادت قلب ومعصیت وی چیست پس ازان ذکرنیت نماز کہ تعلق بعبادت قلب دارد کنیم: بعون اللّٰه الهادی العلیم. باید دانست کہ ارادۂ قلب بر دو وجہ است ارادۂ ایست کہ آنرا ارادۂ خالص باید دانست وارادۂ ایست کہ آنرا ارادہ مشترک باید فہمید وارادۂ خالص سرہمہ عبادات ست وارادۂ مشترک راس جملہ خطیات پس اول بیان ارادۂ مشترک باید نمود تا فرق درمیان ارادۂ خالص حاصل آید بگوش ہوش استماع باید فرمود کہ درقلب آدمی واجزای بدن او کہ جوارح وحواس باشند نسبتی ست کہ آثار یک دیگر باہم دیگر سرایت می نماید یعنی ہمیشہ ازقلب بچشم وگوش ودست وپا بلکہ جمیع اعضا قوتی واعانتی علی الاتصال می رسد کہ بدان قوت ومدد فعلی کہ مناسب آن ہر یک ست می نماید ہم چنین درقلب نیز سرایت آثار این ہا می گردد کہ ازتوسط چشم رنگ ہا می بیند واز پردۂ گوش صدا می شنود علی ہذاالقیاس ازجمیع حواس ہا وجوارح علم چیزی کہ لایق ہر یک آنہاست حاصل می نماید برین تقدیر معلوم شد کہ چنانچہ قوت قلب درتمام بدن اثر می نماید ہم چنین اثر بدن نیز درقلب سرایت می کند لہٰذا این ہمہ شہوت ہای بدنی کہ خواہش ہای طبیعی ونفسانی ست بسبب غلبہ خود بقلب اثر می نمایند واور ابر آن می آرند کہ ارادہ فعلی کہ موافق خواہش این ہاست نماید تا آن فعل درعرصہ ظہور آید زیرا کہ ظہور فعل بدون ارادہ قلب ممکن نیست پس این ارادہ کہ بسبب این شہوت ہا دردل پیدا می شود ارادۂ مشترک ست کہ از اشتراک آن شہوات پیدا می گردد وارادۂ خالص قلب نیست وارادۂ باطل نیز ہمین ست وچنانکہ اعضا توابع دل اند ہم چنین دل تابع روح ست وآئینہ دار جمال وی وروح از جملہ عالم امرست وعالم ملائکہ لہٰذا مسمی ست باسم روح و درحق ملائکہ واروست کہ لایعصون اللّٰه ما امر هم و یفعلون مایؤ مرون. پس ہر ارادہ کہ درقلب ازالقای روحی بی مزاحمت ہوای نفس پیدا خواہد شد البتہ کہ نیک وصواب

خواہد بود و بے امر الٰہی نخواہد بود ارادۂ خالص عبارت ازین ست و ارادۂ حق کہ مقابل باطل ست نیز ہمین ست پس در وقتی کہ ارادۂ کاری پیدا گردد غور باید نمود کہ ارادۂ خالص ست یا مشترک اگر خالص ست در سعی آن باید کوشید و اگر مشترک ست قصد ازالہ آن اشتراک باید نمود اگر میسر گردید بفعل اقبال باید کرد و الا ترک این باید فرمود و بالطبع خاصیت نفس انسانی آنست کہ اطلاع از کار خوب و زشت و ارادۂ نیک و بدی دہد و خبر می کند کہ ونفس وما سواھا فالھمھا فجورھا و تقواھا . اگر ذرہ از اشتراک این شہوات خواہد بود آ گاہی از ان خواہد بخشید و عبادت قلب ہمین ارادۂ خالص ست یعنی خالص خود را در ارادۂ او سبحانہ محو ساختہ در حضور و شہود او جل و علا بالکل فانی باید گردید و اعراض از جمیع ارادت ماسوی اللہ باید فرمود و معصیت قلب ارادۂ مشترک است یعنی ارادۂ کہ در و اشتراک حول و قوت خود بود بالجملہ از بیان این تحقیق معلوم گردید کہ عبادت قلب ارادہ خالص ست پس در نماز کہ سر جمیع عبادات ست اول قلب را بعبادت باید آورد تا تمام عبادت راست و درست شود کہ ہمہ جوارح توابع دل اند و محکوم وی چون او بعبادت در آید ہمہ بوجہ احسن بعبادت خواہند در آمد یعنی اول نیت باید نمود و از جمیع ارادات طبیعی و نفسانی اعراض باید فرمود و بارادۂ خالص احرام کعبہ مقصود کہ مرتبہ کبریای معبود حقیقی ست باید بست و بوسیلہ لفظ اللہ اکبر متوجہ جناب کبریائی باید شد و بگفتن کلمہ تکبیر ذبح مرغ نفس و حیوانات واجب الذبح آلہہ باطلہ باید کرد، لان ھذا ذبح عظیم . وقطع از جمیع ماسوی نمودہ دست تعلق و احتیاج از کونین برداشتہ ابا از جملہ تعلقات کونی باید نمود این ست اشارت دست در تکبیر تا بگوش رسانیدن کہ ازین گرفتاری ہا ہوش خود را پاک و بے ہوش گردانید نست و نکتہ نیت نماز و تکبیر تحریمہ کہ چون ارادۂ قرب او تعالیٰ باید کرد اول دست از تعلق کونین باید برداشت و نیت نماز مثمر نتائج بسیار از فنای قلب و تجلی ارادی ست و درین وقت ظہور تجلی اسم "المرید" او سبحانہ می گردد و این اسم متجلی می شود و از ثمر این تجلی ست کہ در دل مصلی نیت و ارادہ نماز می آید و تکبیر تحریمہ

مناسبت بمقام فنای قلب وفنای نفس دارد۔

سر دوم

در بیان قیام وتحقیق آن مقام معہ تفصیل ظہور اسمی کہ مناسبت با و دارد:۔

بدانکہ قیام از ارکان نماز ست وحق تعالیٰ می فرماید کہ وقوموا للّٰہ قانتین یعنی قائم شوید برای خدا باستواری وظاہر قیام آنست کہ بعد از تکبیر تحریمہ دست راست بر دست چپ نہادہ مردان از زیر ناف باید بست وزنان را بر سینہ ورُو بقبلہ باید استاد و باطنش آنکہ بحضور ملک حقیقی دست بستہ بہ نیاز تمام وافتقار کلی باید استاد ومحو در استیلای حضور وشہود وی عم نوالہ گشتہ قیام ظاہر وباطن خود را از زین نسبت تصور باید نمود واسقاط این اضافات حول وقوت قائم ماندن خویش از خود نمودہ منتسب بجناب فاعل حقیقی باید ساخت وبتمام از خود وغیر خود تہی گردیدہ مظہر قیوم بحق باید گشت وبسان الف آزاد از جمیع تعداد کثرت اسمائی وصفاتی گردیدہ توجہ خاص بمرتبہ احدیت مجردہ وذات بحت پیدا باید کرد واگر این حالت قرب وشہود دست نداد ومیسر نشد بہ مخالفت نفس قیام باید نمود وتطویل قرأت باید فرمود وبسیار در قیام باید بود تا مخالفت نفس حاصل آید واجر وثواب خود از دست نہ رود واین نماز ابرار ست واگر درین ضمن ظہور آن نسبت گردید وبہرہ از نماز مقربین حاصل شد شکر آن بجا باید آورد کہ این معاملہ بعنایت ورحمت او سبحانہ تعلق دارد: واللّٰہ یختص برحمۃ من یشاء . ونکتہ دست راست بالای دست چپ بستن وقت قیام آن ست کہ اعمال خیر تعلق بطرف یمین دارند لہٰذا فرشتہ کہ حسنات می نویسد جای او بسمت دست راست ست وبروز قیامت نیز اصحاب یمین مومنان خواہند بود وافعال شر مناسبت بجانب شمال دارند وفرشتہ کہ سیّات می نویسد مکان وی بطرف دست چپ ست واصحاب شمال کفار خواہند بود واو سبحانہ می فرماید کہ ان الحسنات یذھبن السیّات . پس در قیام کہ عبادت او تعالیٰ ست سیّات محو می شوند وپلہ حسنات بر پلہ سیّات راجح

می آید برین تقدیر در ظاہر نیز طرف یمین را بر جانب شمال ترجیح باید دا دو دست راست را بالای دست چپ باید نہاد تا معنی این معاملہ بظاہر وصورت نیز مشکّل گردد واین رکن قیام مناسبت تمام بعروج وعالمِ بالا دارد و بر پا داشتن او ثمر نتائج بسیار از بقا و عروجات ست حتی کہ اجزای عناصر اربعہ را نیز درین وقت عروج تمام بنظر کشفی مشہود می شود و عارف را درین زمان ظاہراً و باطناً ترقی کلی از مقام مقرری او کہ آنجا سکونت واستقرار دارد حاصل می آید و درین وقت ظہور اسم ''القیوم'' او سبحانہٗ می شود و از اسرار صفت قیومیت آگاہ می گردانند کہ تفصیل نوشتن آن درازی بسیار می خواہد و این رسالہ بر سبیل اجمال تحریر یافتہ و این صفت قیومیت از صفات دیگر بصفت حیاۃ بسیار اقرب می نماید کہ ہیچ صفتی بصفت حیات از قیومیت قریب تر نیست و ازین سبب ست کہ او سبحانہ اسمای این صفات را در قرآن مجید نیز متصل بیان می نماید کہ الحی القیوم پس این رکن قیام کہ محل ظہور اسم القیوم ست باصل الاصل صلوٰۃ کہ صفت حیات ست از ارکان دیگر قریب تر باشد و از ہمہ اولیٰ بود اگر چہ درین مسئلہ اختلاف بسیار ست بعضی می گویند کہ سجدہ از قیام بہتر ست و جمعی بر آنند کہ قیام از سجدہ افضل لیکن معتقد حضرت ابی حنیفہ آنست کہ قیام فاضل تر ست و فقیر می گوید کہ ہر یک رکن خصوصیتی جدا و قرب علاحدہ دارد ہر کرا بر حقیقۃ رکنی کہ اطلاع بخشیدہ اند و دران رکن معاملات قرب بہ میان آوردہ اند بہ نزدیک او آن رکن افضل ست و آنرا بہتر می گوید و اگر کسی را بہرہ کامل از ہمہ ارکان دہند و نصیب تمام از تمام نماز عنایت کنند در حق این چنین شخص ہمہ ارکان بہتر و افضل اند ۔

بس کنم خود عابدان را این بس ست
نکتۂ کافی ست گر سامع کس ست

سر سوم

در بیان قرأت و جامعیت سورۂ فاتحہ و سبب ضم کردن او با ہر سورہ در رکعت و

ظہور اسمی کہ مناسبت بآن وقت دارد:-

باید دانست کہ قرأت نیز از فرائض نماز ست و از ارکان وی و سورہ فاتحہ خواندن و ضم کر دن سورہ دیگر باواز و اجبات ست پس اول بیان فرضیت قرأت باید نمود بعد ازان از و اجبات سخن باید گفت بدانکہ نماز وقت قرب بندہ است بحق جل و علاو زمان نزدیکی اوست بارب خود و خاصہ قرب آنست کہ بندہ رابارب خود ہم کلامی حاصل آید واز الہامات وانعامات او بہرہ مند گردد پس قرآن مجید کہ کلام الٰہی ست درآن وقت باید خواند تا نصیبی از کلام او میسر شود و بہرہ ازین معاملہ حاصل گردد کسی ازین بیان خیال نکند کہ بزرگان و خواصان کہ بشرف الہامات الٰہی مشرف شدہ اند و در نماز باحق تعالیٰ سخن می گویند و از وی می شنوند باید کہ قرآن شریف نخوانند چرا کہ بیواسطہ بحق سبحانہٗ ہم کلام می شوند و حاصل قرب ہمین ست کہ در نماز مطلوب بود پس قرآن چرا باید خواند حاشا و کلا زیرا کہ کاروبار اولیاء و کارخانہ کہ باولایت تعلق دارد معاملہ انفس ست چنانچہ حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبند قدس اللہ سرہ العزیز می فرماید کہ عارف آن چہ می بیند در خود می بیند و ہر چہ می یابد در خود می یابد ہر چند کہ بعضے از اولیای کمال این ہم می فرمایند کہ اولیای کامل را معاملہ ماورای انفس و آفاق می شود این سخن راست و درست ست چہ کسانیکہ بکمالات نبوت مشرف شدہ اند نسبت بکسانیکہ در مرتبہ ولایت اند معاملہ آن ہا البتہ کہ ماورائے انفس و آفاق ست لیکن باز در جنب انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام از شائبہ انفس خالی نیست و کارے کہ بانبیاء تعلق دارد بتحقیق ماورای انفس و آفاق بلکہ وراء الورای انفس و آفاق ست پس قرآن مجید کہ کلام الٰہی ست و ناشی از آن مرتبہ اعلیٰ در نماز باید خواند تا قرب بمرتبہ اصل حاصل آید و از کلام حقیقی او جل جلالہ نصیبی میسر شود و این کلام کہ در الہامات می شود از لوث انفس پاک نیست۔

سوال: ازین بیان معلوم شد کہ معاملہ اولیاء از انفس خالی نیست و معاملہ انبیاء ماورای انفس و آفاق ست لہٰذا این کلام کہ بتوسط پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم بما رسیدہ است کلام حقیقی او تعالیٰ

ست پس برای این قرآن شریف در نماز باید خواند تا ترقی در قرب حاصل آید و بہرہ از معاملہ اصل میسر شود لیکن معاملہ پیغمبر خود ازین الواث پاک ست برین تقدیر پیغمبر را صلی اللہ علیہ وسلم چرا در نماز قرآن باید خواند و بر کلامی کہ در آن وقت از حق سبحانہٗ الہام می شود اکتفا نباید نمود۔

جواب: قرب پیغمبر علیہ من الصلوات اتمہا و من التحیات اکملہا دو است قربیست کہ بہ نبوت تعلق دارد و قربی ست کہ بولایت تعلق دارد معاملہ قرآن مجید مشعر از قرب نبوت ست و ماورای انفس و آفاق و حدیث قدسی ناشی از قرب ولایت و حجاب انفس ست و از اضافت حدیث خالی نیست ازین سبب ست کہ آنرا حدیث قدسی می خوانند و فقط کلام الٰہی نمی گویند پس ثابت شد کہ پیغمبر را نیز در نماز قرآن باید خواند و بر حدیث قدسی اکتفا نباید کرد و سبب آنکہ سورۂ فاتحہ را خواندن و سورۂ دیگر با وضم کردن واجب چرا ست آنست کہ سورہ فاتحہ جامع جمیع اسرار قرآنیست چنانچہ حضرتؓ امیر المومنین علی مرتضی افاض اللّٰہ علینا فیوضات علمہ می فرماید کہ تمام اسرار القرآن فی فاتحۃ الکتاب پس چون این سورہ در ہر رکعت خواندہ می شود گویا تمام قرآن شریف تلاوت می یابد و این سورہ مناسبت بمر کز صفت کلام کہ مرتبہ اجمال ست دارد و تمام قرآن مجید بدائرۂ وی کہ مقام تفصیل ست و این سورہ را مناسبت تمام بعروج ست و انکشاف اسرار این سورہ در وقت کمال عروج و قرب ولایت می شود ازین سبب بود کہ برشاہ ولایت اسرار این سورہ بتفصیل منکشف گردید کہ از قول مذکور این معنی پر ظاہر ست و سورہ دیگر را با سورہ فاتحہ برای آن ضم باید نمود کہ فیض از مرتبہ اجمال و تفصیل گرفتہ شود و بتمام از صفت کلام بہرۂ کلی حاصل آید و درین وقت ظہور اسم ''المتکلم'' او سبحانہٗ می گردد و فنا در آن مقام حاصل می شود پس مصلی را باید کہ وقت قرأت قرآن شریف کہ کلام الٰہی ست خود را چون شجرۂ موسیٰ کلیم اللّٰہ علی نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام تصور نماید یعنی چنانچہ حضرت موسیٰ کلام او سبحانہ را از پردۂ آن درخت استماع می نمود ہم چنین این شخص درین زمان آن سروش غیبی از ساز آواز و زخمہ زبان خویش

اصغا نماید و تبرے از حول و قوت خود نمودہ فنای کلی و استغراق تمام در مرتبہ صفت کلام حاصل کند و این حالت پیدا نماید کہ گویا الحال بیواسطہ از جناب او سبحانہ می شنود و بسان نے خالی از خود گردیدہ نغمہ آواز خود از دم نائی پندارد و از ان نفحہ انگارد کہ و نفخت فیه من روحی.

سر چہارم

در بیان رکوع و ماینا سب ذٰلک و تجلی اسمی کہ در آن وقت می شود:-

حق تعالیٰ می فرماید کہ وار کعو مع الراکعین. پس رکوع نیز فرض ست و از ارکان نماز و صورت او خم گردانیدن پشت ست و حقیقت وی انقیاد امر او سبحانہ است و درین وقت بہ تعظیم تمام خود را بہ پیش عظمت او تعالیٰ پست گردانیدہ عظمت و بزرگی جمیع مخلوقات را کہ بظاہر بزرگ و عظیم می نمایند از دلِ خویش دور کردہ ہمہ ملک و فلک را در عبادت و رکوع مقید و خم دانستہ خود را نیز درین کار شریک باید ساخت اینست اشارہ کریمہ ''وار کعوا مع الراکعین'' و صورت مثالی این رکن در عالم مثال چون قوسی ظاہر گردید و مشکل بشکل نصف دائرہ معلوم شد در آن وقت چون امعان نظر را کار فرمود نصف دیگر دائرہ نیز مکشوف گشت لیکن بلطافت و تنزیہہ تمام در آنزمان از حقیقت این سر آگاہ گردانیدند کہ این مقام حقیقت رکوع ست و اصل وی و این مرتبہ برزخ ست درمیان عروج و نزول و تنزیہہ و تشبیہہ پس ازان سبب بود کہ اول نصف دائرہ کہ مناسبت بنزول و تشبیہہ داشت ظاہر گشت و آن قوس اعلی مستور ماند لیکن بفضل الٰہی بعد دیری برنگ لطافت و تنزیہہ تمام مشہود گردید و بجا آوردن این رکن مثمر نتائج کثیر از استغراق کلی و حقیقت اسلام ست و درین وقت ظہور عظمت الٰہی می شود و او سبحانہ ''بتجلی اسم ''العظیم'' متجلی میگردد و ازین سبب ست کہ در رکوع بہ تسبیح ''سبحان ربی العظیم'' اشتغال می نمایند و سبب آنکہ رکوع بعد قیام چرا باید بجا آورد آنست کہ قیام در حقیقت مناسبت تمام بعروج دارد و عروج کلی عارف را در آن وقت حاصل می شود چنانچہ تحقیق آن سابق

گزشت ورکوع ہم مناسبت بعروج دارد وہم بشروع مرتبہ نزول چنانچہ شرح آن نمودہ آمدو مقرر ست کہ اول عروج واقع می شود بعد ازان شروع معاملات نزول می گردد پس چون در قیام عروج تمام حاصل گردید روبنزول باید آوردواول بمرتبہ کہ مشتمل عروج ونزول بود رجوع باید فرمود بعد ازان بہ تمام در مقام نزول کلی نزول باید نمود اینست سبب ادا نمودن رکوع بعد قیام۔

سر پنجم

در بیان سجود وعروجی کہ در وقت سجدہ می شود باذکراسمی کہ در آن وقت متجلی می گردد:۔

بدانکہ سجدہ نیز از ارکان نماز ست واز جملہ فرائض وی واورا صورتی ست وحقیقتی و صورت او بر ہمہ کس ظاہر ست و در جمیع کتاب ہا مسطور وحقیقتش از نظر اکثر مردمان مسطور ست مگر اقل قلیلی کہ محض بعنایت الٰہی بشرف آگاہی بحقیقت سجدہ مشرف شدہ اند بہرہ از عروجی کہ در وقت سجدہ واقع می شود برمیدارند وبہ سبب بجا آوردن سجدہ ترقیات می نمایند وسعادت قدم بوس معشوق حاصل می کنند واین رکن مناسبت تمام بعروج ونزول دارد ہر چند کہ رکوع نیز جامع عروج ونزول ست لیکن این قدر ہست کہ در رکوع پلہ عروج از نزول راجح است و در سجدہ جانب نزول قوی وسجدہ را در مرتبہ نزول نسبت کلی با جزء ارضی ست وبطرف عروج مناسبت تمام بہ لطیفہ اخفی ازین سبب بود کہ شیطان سجدہ نکرد زیرا کہ او آتشی ست واز اثر جزو کرۂ ناری بطرف زمین رجحان نہ نمود واز حقیقت سجدہ کہ علو تمام دارد محروم ماند وباسفل السافلین محبوس گشت وچون این رکن باعتبار نزول فروترین ہمہ ارکان ست و پایان تر جملہ عبادات عروجی کہ بتوسط این واقع خواہد شد اعلی وفوق الفوق جمیع عروجات خواہد بود والتزام او مثمر نتائج کثیر از مراتب نزول وحقیقۃ عبودیت وتجلی خاص

ست واصل الاصول این رکن اسم ''العلی'' اوسبحانہٗ است و درین وقت ظہور این اسم
اوسبحانہٗ می شود اگر چہ در نظر کشفی درین زمان ظہور اکثر اسماء علیٰ تفاوت الحالات مشہود می شود
لیکن این اسم راخصوصیت دیگر ست ازین سبب ست کہ در وقت سجدہ تسبیح ''سبحان ربی
الاعلیٰ'' باید خواند و این رکن را با ولایت ملائکہ کہ ولایت علیا ست در جانب عروج
مناسب تمام ست و بطرف نزول بحقیقت عبودیت کہ مشعر از کمالات نبوۃ ست و در قیام
عروجی کہ واقع می شود از طرف سر و سمت فوق و جانب بالا واقع می شود و شروع از کرۂ ہوا می
گردد و از ہوا بر کرۂ آتش و از آن جا بر آسمان اول و دوم و سوم الی ماشاء اللہ و چون کہ سجدہ
مناسبت تمام با جزء ارضی دارد عروج او نیز از کرۂ ارضی ست و از جانب پائین کہ بحقیقت
طرف بالا ست موافق مرقوم حضرت قبلہ کونین ایدنا اللہ بنصرۃ سرہ وقد سنا ببرکۃ
برہ و از کرۂ ارضی تا کرۂ مائی بر وفق تفصیل گزشتہ از جانب تحت تا جائی کہ مرضی اوسبحانہ
است عروج واقع می شود و از جانب تحت عروج کمالات نبوت ست لہٰذا پیغمبر را صلی اللہ
علیہ وسلم در شب معراج عروج از ہمین طرف واقع شد یعنی از بیت الحرام کہ بر ناف زمین
واقع ست تا بہ بیت المقدس کہ فروتر ست نسبت بزمین مکہ و از ینجا کرۂ ارضی راطی کردہ کرۂ
مائی را پے سپر گردانیدہ بترتیب جمیع مراتب عناصر و افلاک راقطع نمودہ رسید تا بجائی کہ
رسید و اگر عروج ازین طرف فوق کہ بحقیقۃ جانب تحت ست واقع می شدی بیت المقدس
چرا درمیان می آمدی و از رسیدن بیت المقدس اوسبحانہٗ اخبار می نماید جائے کہ می فرماید
سبحان الذی اسریٰ بعبدہ لیلاً من المسجد الحرام الی المسجد
الاقصی الذی بارکنا حولہ لنریہ من آیاتنا . پس ثابت شد کہ عروج نبوت از
طرف تحت واقع می شود و عروج ولایت از جانب فوق میسر می گردد چنانچہ در بیان عروج
قیام دریں جا مذکور شد و در عروج ولایت معرفت اجمالی عالم علویست و در عروج نبوت
معرفت تفصیلی عالم علوی و سفلی و تا کہ عروج بطرف فوق ست مبنی از معاملہ ولایت ست۔

بسّ کنم خود عارفان را این بس ست
نکتۂ کافی ست گر عارف کس ست

انا للّٰه وانا الیه راجعون

سرِ ششم

در بیان قعدہ و معارفی کہ با و تعلق دارد و ظہور اسمی کہ در آن وقت می شود:-

بدانکہ قعدہ نیز از ارکان نماز ست و اورا ہم صورتیست و حقیقتی و صورت او احتیاج بیان ندارد و حقیقتش از نظر اکثر علما بلکہ اولیا مخفی ست کہ این رکن را در جنب ارکان دیگر ہیچ قدری نمی نہند پس بیان حقیقت او ضرور بلکہ فرض و ہم اظہار عنایت الٰہی و امتثال امر وی کہ واما بنعمة ربک فحدث .بگوش ہوش استماع باید نمود کہ این رکن مرتبہ اخیر حقیقت صلوٰۃ ست و مناسبت تمام بمرتبہ اطلاق ولاتعین دارد و پاک از تحولات احوال و مبنی از مقام تمکین و حقیقتش آنست کہ دل را از گردش خطرہای غیر باید نشانید و بحضور و شہود اوجل ذکرہ تسکین و آرام باید داد و التزام او مثمر نتائج کثیر از مقام تمکین و اطمینان نفس ست و متانت کلی و بردباری تمام نتیجۂ این رکن ست و درین وقت ظہور اسم ''المتین'' او سبحانہٗ می شود و باعتبار نزول مناسبت تمام بعالم دارد و بلحاظ عروج متوجہ تنزیہہ صرف ست و شرح تمکین وی آنست کہ چنانکہ سالک در سلوک می آید و ترقیات می نماید اول بروددر وازہ احوالی و اذواقی کہ مناسبت بتلوین دارند می کشایند و از حالی بحالی می درآرند و چون سلوک او تمام می شود و از راہ بر می آید و بکعبۂ مقصود می رسد در آن وقت این ہمہ حالات تلوینات رو بخفا می آرند و در مرتبہ کہ مناسب استعداد آن سالک می باشد او را مقام می بخشند و بشرف تمکین و اطمینان مشرف می سازند ہم چنین در دیگر ارکان نماز ظہورات رنگا رنگ حالات و تجلیات کہ مناسبت بتلوین دارند می شود لیکن چون بفضل الٰہی مراتب ہمہ

ارکان دیگر طے می شوند و مرتبہ حقیقۃ صلوٰۃ قریب بآخرمی رسد در آن وقت ظہور حقیقۃ این رکن می شود واطمینان نفس و تمکین کلی میسرمی گردد و بالکل عارف از تحولات احوال برمی آید و رجوع خاص بطرف تنزیہہ صرف پیدا می کند۔

سر ہفتم

در بیان بیرون آمدن مصلی از نماز بقولی یا بفعلی و سبب آنکہ بلفظ سلام بیرون آمدن واجب چراست وظہور اسمی کہ درین وقت می شود وخاتمہ کتاب:۔

باید دانست کہ بیرون آمدن مصلی از نماز بقول یا بفعل نیز فرض ست واز ارکان نماز و بلفظ سلام بیرون آمدن واجب ست چنانچہ در ہمہ کتب مسائل مسطورست واسرار وی مخفی و مستور لیکن بہ اعانت و مدد جناب حضرت سلام درین رسالہ کہ مجمل و مختصرست بر سبیل اجمال واختصار ایرادمی یابد و نوشتہ می آید کہ سابق در سراول در بیان حقیقت صلوٰۃ تحریر یافت کہ صلوٰۃ از عالم امرست واز کارہای ملاء اعلی پس چونکہ مصلی نماز می کند و صلوٰۃ بجامی آرد فاعل کارہای ملائکہ می گردد وآن فعل اورا ازاین جا ترقی کنانیدہ تا بآنجا کہ موضع ظہور اوست می برد گویا کہ بتمام ازاین جا برمی آید و درآن عالم می رسد و تا کہ در نماز ست داخل زمرۂ فرشتگانست و مقتضای این عالم نیست کہ دایم آنجا ماند و ہمیشہ قرار درآن مکان حاصل کند چرا کہ این ہمہ افعال بشری و بہ مقتضای زندگی موقوف می ماند و بی موت این محال ست ان شاء اللہ تعالیٰ بعد از رہا شدن مرغ روح از قفس بدنی ابدالآباد در فضای عالم بالا و درآن مرتبہ علیا سکونت خواہد بود پس حالا اگر بسبب نماز کردن درآن مقام گزار واقع شود باز خواہ مخواہ بعد زمانے نزول باید کرد و درین عالم باید آمد و درین عالم آمدن از دو حال خالی نیست یا کہ ازین شخص قولی سرزند یا فعلی بظہور آید و بدون این درین عالم آمدن متصور نہ پس برای این جماعہ حق تعالیٰ فرمود کہ چون شما نماز می کنید از توسط او ترقی نمودہ در جماعہ فرشتگان و عالم امر داخل می

شوید و بسبب مقتضای بشری دایم ماندن در آن جا نمی توانید لہذا اشارا باز درین عالم رجوع باید
نمود و نزول باید فرمود و درین عالم آمدن و داخل شدن بے قول یا فعل محال ست پس باید کہ
بیرون آئید از نماز بقول یا بفعل ازین سبب ست کہ در نماز سخن نباید گفت و ہیچ کار نباید کرد زیرا
کہ نماز فاسد می شود و مصلی از آن عالم بر می آید و نزد مقربین چنانچہ در نماز ہیچ نباید گفت
خطرات ماسوی را نیز بدل راہ نباید داد کہ این سخن دل ست و در نماز سخن گفتن نشاید و فعل دل نیز
ہمین ست و قول و فعل وی یک ست

فرد

قول و فعلم یکیست چون خامہ
آنچہ کردم ہمان ہمی گویم

و سبب آنکہ بلفظ سلام بیرون آمدن واجب چراست آنست کہ مصلی در آن وقت
از آن عالم نزول می نماید و درین جا می آید و از جماعہ فرشتگان جدا می شود و رخصت می گردد و در
وقت رخصت البتہ باید کہ بگوید السلام علیکم و رحمۃ اللہ اینست سبب وجوب لفظ سلام و سبب
گردانیدن رو بطرف دست راست و چپ آنست کہ تا فرشتگان کراماً کاتبین نیز ملحوظ باشند و
اگر امام ست باید کہ مقتدیان را نیز منظور نظر دارد و بر ایشان نیز سلام فرستد و جماعہ مقتدیان
ہمدیگر را نیز ملحوظ دارند و حضرت امام جعفر صادق شرفنا اللہ بوراثتہ نسبت باطنہ می فرماید
کہ سلام در پس ہر نماز بمعنی امانست یعنی کسی کہ ادا کرد و امر اللہ تعالیٰ و سنت نبی او صلی اللہ علیہ
وسلم بخشوع و خضوع قلب پس برای اوست امان از بلای دنیا و نجات از عذاب آخرت و سلام
اسمی ست از اسماء حق سپردہ است آنرا بخلق خود تا استعمال کنند معنی آنرا در معاملات و امانات
میان خود ہا و اگر ارادہ کنی کہ بجا آری معنی آنرا پس تبرس از حق تعالیٰ و اگر سلام فرستی از خود دین
خود را و قلب و عقل خود را پس ناپاک مکن آن ہا را از ظلمت معاصی و اگر سلام فرستی حافظان خود را
کہ ملائکہ اند ملول مگردان و وحشی مکن آنہا را بزشتی اعمال خود و ہم چنین ملول کن بزشتی معاملت

دوستان ودشمنان خودرا انتہی بالجملہ درین وقت ظہور اسم ''السلام'' اوسبحانہٗ می شود وتجلی این اسم می گردد واوتعالیٰ نیز سلام می فرستد واین رکن مناسبت بکمالات رسالت دارد زیادہ ازین درین رسالہ تطویل کلام را کار نفرمود وجمیع تفاصیل را درین چند کلمات موجزہ مجمل مندرج گردانید کہ عارفان اہل تحقیق ازین چند الفاظ چند در چند معانی خواہند فہمید العاقل تکفیہ الاشارۃ .

قطعہ

گر کشایم بحث این رامن بساز
تا سوال و تا جواب آمد دراز
دفتر اسرار ابتر می شود
نقش خدمت نقش دیگر می شود

ربنا اتمم لنا نورنا واغفرلنا و ارحمنا انک انت الغفور الرحیم.

خاتمہ کتاب

التماس از جمیع اخوان طریق ویاران شفیق آنکہ چون این رسالہ را بنظر تحقیق مطالعہ فرمایند ونکتہ ازین نکات بخاطر عاطر خویش پسند نمایند ازین فقیر بے بضاعت و بندہ بے استطاعت یاد آرند و بہ نیاز تمام دربارۂ این بندہ پر تقصیر از جناب اوسبحانہ استدعا نمایند کہ دست این فقیر نیاز مند را از دامن غنا و بے نیازی خود جدا نہ کند و ہمیشہ بحضور وشہود خویش بے مزاحمت اغیار مستغرق دارد ودر زمرۂ ''لم تقولون مالا تفعلون'' داخل نہ نماید وسواد این

رسالہ را باعث روسیاہی من نگرداند و بموجب علم توفیق عمل کرامت فرماید: ربنا تقبل منا انک انت السمیع الدعاء والسلام علی من اتبع الھدیٰ. وچونکہ این فقیر طبع موزونی ہم دارد و درد تخلص می کند این رباعی را بطریق یادگار درین رسالہ تحریر نمود

رُباعی

ای درد زمردمان اھل عرفان
از وضع کلام می توان یافت نشان
مارا مطلب بجز میان تصنیف
مانند معانی بہ کتابیم نہان

تمت

تمام شد رسالہ اسرار الصلوٰۃ

AADIL ASEER DEHLAVI

Name : MOHD. ADIL RASHID

Date of Birth : 21st Sept. 1959

Academic Qualification : M.A. (Urdu) Agra University, Agra
Honours in Arabic (Maulvi Fazil) Punjab University, Chandigarh

Profession : Author, Translator & Journalist

Published Work : Phool Hi Phool, Boojho to Janein, Aasan Nazmein, Geet Mala, Bachchon Ke Dohey, Gulistan Ki Kahaniyan, Rubaiyat-e-Aadil, Naghma-e-Khayyam, Bachchon Ke Iqbal, Guldasta-e-Naat, Phool Mala, Chirya Ghar Ke Andar, Birbal Ki Kahaniyan, Bachchon Ki Nazmein, Rang Birange Phool, Bachchon Ki Rubaiyan, Amir Khusro Ki Paheliyan, Jag Mag Jag Mag, Sach Ka Inaam, Kahawaton Ki Kahaniyan, Aa Saheli Boojh Paheli, Dil Kash Kahaniyan Nannhi Munni Namzein, Pyarey Pyarey, Bachchon Ke Geet, Balle Balle, Akkad Bakkad, Paheliyan, Ismail Meeruti, Hamarey Sciencedan, Nannhe Munne Geet, Ganj Nama, Kulliyat-e-Aadil (Vol. I), Rubiyat-e-Saifuddin Bakharzi etc.

Awards :
* 1995 : Urdu Academy, Delhi Award for "Bachchon Ki Rubaiyan"
* 1996 : Urdu Academy, Delhi Award for Children's Literature.
* 1996 : West Bengal Urdu Academy Award for Children's Literature on "Birbal Ki Kahaniyan"
* 1999 : Uttar Pradesh Urdu Academy Award for "Geet Mala"
* 1999 : West Bengal Urdu Academy Award for Children's Literature on "Aasan Nazmein"
* 2001 : Urdu Academy, Delhi Award for "Guldasta-e-Naat"
* 2001 : Uttar Pradesh Urdu Academy Award for Rubaiyat-e-Aadil
* 2004 : Bihar Urdu Academy Award for "Gulistan Ki Kahaniyan"
* 2005 : Urdu Academy, Delhi Award for "Ganja Nama"
* 2005 : Uttar Pradesh Urdu Academy Award for "Bacchchon Ke Geet"
* 2008 : Uttar Pradesh Urdu Academy Award for "Ismail Meeruti"

Mailing Address: 3212, Turkman Gate, Dehli - 110006 (India)
E-mail : aadilaseer@homtailmcom
Mobile : 9899711762